

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224995

UNIVERSAL
LIBRARY

ترتیبِ جدید

سلسلہ منتخبات نظم اردو

مناظر قدرت

مرتبہ

محمد الیاس بنی۔ ام۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ)

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد چہارم

باہتمام محمد مقتدی خاں شرمائی

مطبع مسلم یونیورسٹی ٹی ای سیوٹ کی گڑھ میں بی بی سی

قیمت عدد

(جلد حقوق محفوظ ہیں)

بار سوم

مناظر قدرت

جلد چہارم

اس سلسلہ کے چاروں سٹوں کی بارہ کتابوں کے ملنے کے پتے

(۱) محمد مقتدی خاں شترانی - علی گڑھ

(۲) محمد ایاس برنی - جام باغ - حیدرآباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی - لماری دروازہ - لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تشریح ترتیب جدید

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عوامیہ خیال پھیل گیا ہے کہ اردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی پرانی داستان ہے۔ مگر حقیقت سے معلوم ہوا کہ اردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پوسہ مور پر تصدیق ہوتی ہے۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اس سلسلہ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہو گا کہ انگریزی کی جن نچرل نظموں پر وہ سر دھتے ہیں

ان کی ہم پند نظیمیں خود ان کی اردو زبان میں موجود ہیں۔ شعر و سخن کے چمن کھلے ہوئے ہیں جن کے رنگ و بو سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح ہوتی ہے۔ امید ہے کہ اس انتخاب کو دیکھ کر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اردو شاعری کی قدر و محبت پیدا ہوگی اور ان کی قدردانی و توجہ سے اردو شاعری کی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارفِ ملت مناظرِ قدرت اور عذباتِ فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پبلسٹ کملائیں ملک نے بہت گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے دیوبند و نقادانِ سخن و انتخاب اور ترتیب کی داد بلکہ مبارک باد دی۔ ہر طرف سے فرمایا شوقِ تار بندہ گیا۔ اور ہاتھوں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں انعامات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہو گئیں۔ اس قدر شناسی اور ہمت افزائی نے قدر تانے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کر دی۔ چنانچہ ۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور ۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ ساتھ پہلے دو سٹوں کے دوسرے ادیشن بھی نکل آئے۔ ۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ چلتے رہے۔ ۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل آیا۔ اس طرح پانچ سال کے اندر اندر

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہو گئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمد للہ ان کتابوں نے امید اور توقع سے بڑھ کر شہرت و مقبولیت حاصل کی قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیش نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی بیوی بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچھا مشغلہ پالیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا ساہبان بن گئیں۔ غرض کہ صد ہا اردو پرست گھروں نے اس سلسلہ کے معتقد بلکہ فرید ہو اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہو کہ اردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے۔ یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظمیں اس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہو سکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مزاج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فائق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیر میٹو اسٹڈی

کہتے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید برآں اس قسم کی ترتیب اردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کن کن مضامین کی فضا میں اردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھ کر بہت سے منکر اور غافل اردو شاعری کے قائل بلکہ معتقد ہو رہے ہیں، حالاں کہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔ ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں کے ساتھ مثنویوں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا اسے بڑھ کر حدت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے کر ان سے نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں جو مستقل نظموں میں نایاب ہیں۔ میر تقی میر، مرزا غالب اور اکبر الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بنیادی میں شاعر کے منہ سے حقائق کے پھول جھڑتے رہتے

تشریح ترتیب جدید

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کر کے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلہ تے بنالے۔
 نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد۔ پھر ان پر
 ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں
 بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک دو
 شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اس خطہ کے سرسری رہ روؤں کو اکثر ایک
 خود رو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر
 آتے تھے۔

کل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا۔ بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔
 شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارٹ مرتب کر کے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گزچہ
 سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی
 کی کافی گنجائش باقی رہ گئی۔ مضامین کی مجاہدہ ترتیب کی روح رواں ہے۔
 وافر مواد مہیا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجاہدہ
 مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور
 جداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اونظمیں بھی
 شامل ہو گئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

از سرِ نو شرح کی جاتی ہیں اور آئندہ یہ ان کی مستقل شکل ہرگی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ ملت

جلد اول - متعلق دینیات یعنی حمد، نعمت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں دین و ایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم - متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور رُوح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے اہل جگر و زشتِ لذت شہداء تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہے۔

جلد سوم - متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق درمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابلِ دیدنیہ قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق اخلاقیات یعنی اُردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو اُمول موتی جو اہر یکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابلِ قَد تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دوسرا سٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میر اور مرزا رفیع سودا کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میر کے متفرق اشعار کو ترتیب دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں۔ یہ کتاب بی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اُردو کے سرمایہ ناز شاعر مرزا غالب اور اس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوق، ظفر اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب غلیات کے علاوہ مرزا غالب کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو گونا گوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابلِ دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔
جلد سوم۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور با کمال شعراء کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو
اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔
جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعراء کے کلام کا دلکش انتخاب۔
شاعری کے جدید دور کا اس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظر قدرت

جلد اول۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، صہوپ، چاندنی،
موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس
خوبی سے عکس فگن ہیں کہ ان کو دیکھ کر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔
نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرتع ہے۔
جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، یہ
باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے ان سب کی ایسی صاف
ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

ان کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم - متعلق نباتات و حیوانات یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے، تیلیاں

چڑیاں پرندے، چوندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اردو شاعروں نے اشیاء قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے اور مشاہدات میں کس تک

جان ڈالی ہے۔

جلد چارم - متعلق عمرانیات - یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید

تیوہار، غمی شادی، میلے میٹھے، صحبتیں جلے، کھیل تماشے، وضع بابا صورت، شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم۔ سب طرح کے حالات پیش نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظر قدرت کی چاروں

جلدیں زمانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آئندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا

رہا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع

ہوتی رہیگی۔ اور ہر جلد میں معارف ملت، مناظر قدرت اور جذبات فطرت تیسری

حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصہ کی جدا گانہ جلد مرتب ہونے کا

انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو اُمید ہے کہ اردو کا بیشتر قابل قدر کلام کچا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شائقین کو بلا وقت دستیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

غلاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمائش جاری ہے بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مہلت اور موقع شرط ہے۔ ممکن ہے کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی کبھی شائع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ

محمد الیاس برنی

{ جامع عثمانیہ داروکن
دسمبر ۱۹۲۲ء

تمہید

اُردو شاعری کی بھی عجب افتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی ادبِ باریکی بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود فرماں رواے وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دُصن میں مست تھے شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مداحوں کی واہ وائے آسمان سر پر اٹھالیا۔ رنگِ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی شہرتِ اسی رنگ میں

رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مروتی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے، یہ عبرت ناک داستان الہی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہونی کہ ظاہری آرائش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبسالتوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرات، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جہلہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ ان واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نوناں مجلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجئے۔ اس میں نہر لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کیا اب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک افر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایہ حیات اور سرمایہ مباحثات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور رُوح کو تڑپاتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے، ہنستوں کو رُولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہے۔ شاعری نے اس میں بلا کا اثر بھردیا ہے کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہے اور نفعیات کے دربار سے اسی کو بقاء کے دوام کا فرمان ملا ہے۔

اشاعت ادب ترقی زبان اور اصلاح تمدن کی ایک عمدہ وسیلہ یہ ہے کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مرتب کر کے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں اپنی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہے۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب مطالعہ کا شوق بڑھتا ہے ذوق سلیم پیدا ہوتا ہے اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہے۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجئے، اول تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اردو شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دور میں ہوش سنبھالا قدرتنا کلام بار د اور یاس انگیز ہی دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، قنادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر نامکن ہے کہ اسے سن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو

شاعری کی یہ برودت ہماری حبیبی مضمحل اور تباہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہے۔ کہیں خدا نخواستہ جدوجہد کے رہی سہے ولولے اور ترقی کی انگلیں پھر سرد نہ پڑ جائیں۔ اس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہے جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اور ولعزمی ابھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا قدرت کو یسجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہی لیکن ہمارے شاعروں نے کیسے اب جا کر نقاشی شروع کی ہے اور ابھی وہ زمانہ دور ہے جب کہ نیچر کی تصاویر منہ سے بولنے لگیں۔ حاصل کلام یہ کہ اردو شاعری میں گونا گوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجائش ہے اور بحالت موجودہ غالباً انگریزی شاعری اس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہے۔

اسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مجانست مضامین کے لحاظ سے اس کے تین جداگانہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت - حمد، نعمت، مناجات اور حلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت - سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالب

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میر دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدَرَت - اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دکش

تصاویر کا مرقع۔ ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلہ

ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نو مشق اور

غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بو سے

کوئی نظم خالی نہیں بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں

اس لئے خاص طور پر قابلِ قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے

صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔

خدا جانے انہیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری

تصاویر کھینچ دکھائیں علاوہ بریں ارتقا، شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں

ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ

نظیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے بایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دلنے چکے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی و لطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیش نظر رکھ کر نظموں سے غیر ضروری اجزاء نکالنا، مفید مطلب مقامات چھاننا حسبِ حجت ان کو از سر نو ملانا یا جداگانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون و اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلہ منمنجات کا ڈول پڑا۔ آئندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہے کہ اس طرح پر اردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح و جلا ہوتی

ہر ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالیٰ ان کو
جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی
طباعت وغیرہ کا حسبِ الخواہ اہتمام کیا مولف ان کا بھی بدلِ ممنون احسانِ ہر
ملک کو اورد و اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ
پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد
ثابت کر دے گا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن) { محمد الیاس برنی
جولائی ۱۹۲۳ء

مناظر قدرت

جلد چہارم فہرست مضامین

ہر جلدی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے
تحت میں مضامین متجانہ درج ہیں۔

- | | | | |
|---|-------|-------------------|-----|
| ۱ | ظفر | بچہ | (۱) |
| ۲ | محروم | بچہ | (۲) |
| ۳ | نظیر | طفل شیر خورے | (۳) |
| ۴ | نظیر | معصوم بھولے بھالے | (۴) |
| ۵ | سمعیل | ماں کی ماتا | (۵) |
| ۶ | سمعیل | ماں کا پیار | (۶) |
| ۸ | حالی | پیاری بچی | (۷) |

صفحہ

| | | |
|----|------------------------|---|
| ۱۱ | بیتاب | ۸) مسرت طفلی |
| ۱۳ | سرورِ جہان آبادی | ۹) بچہ اور ہلال |
| ۱۵ | اکرام | ۱۰) کم فرصت بچہ |
| ۱۷ | شوقِ قدوائی | ۱۱) ایک حسین لڑکی |
| ۲۰ | نظیر | ۱۲) پاربتی |
| ۲۱ | شوقِ قدوائی | ۱۳) ایک حسین لڑکی اور اس کی منہسی |
| ۲۳ | سرورِ جہان آبادی | ۱۴) یادِ طفلی |
| ۲۶ | مرزا شوق | ۱۵) دوشیزہ |
| ۲۷ | بے نظیر | ۱۶) دوشیزہ |
| ۲۹ | نظیر | ۱۷) مہِ تھا |
| ۳۰ | سودا | ۱۸) خوشی کی پری |
| ۳۲ | نظیر | ۱۹) موتی |
| ۳۶ | نظیر | ۲۰) شوخ چیل |
| ۳۶ | میر حسن | ۲۱) شوخیِ رفتار |
| ۳۷ | نظیر | ۲۲) جھپک |

| | | | | | | |
|----|----|----|----|----|----|-------------------------------|
| ۳۴ | .. | .. | .. | .. | .. | ادھر آ تو پھول والے |
| ۳۸ | .. | .. | .. | .. | .. | ایک صبح کی عبادت گزار .. شاعر |
| ۴۰ | .. | .. | .. | .. | .. | نوشہ کا حمام .. میر حسن |
| ۴۱ | .. | .. | .. | .. | .. | سہرا .. غالب |
| ۴۲ | .. | .. | .. | .. | .. | سہرا .. ذوق |
| ۴۴ | .. | .. | .. | .. | .. | شادی کی دھوم .. میر حسن |
| ۴۵ | .. | .. | .. | .. | .. | جلوس .. میر حسن |
| ۴۸ | .. | .. | .. | .. | .. | شادی کی دھوم .. عنون |
| ۴۹ | .. | .. | .. | .. | .. | شادی کی دھوم .. میر |
| ۵۱ | .. | .. | .. | .. | .. | جلوس .. میر |
| ۵۲ | .. | .. | .. | .. | .. | بہار آتش بازی .. بے نظیر |
| ۵۳ | .. | .. | .. | .. | .. | چراغاں .. میر |
| ۵۴ | .. | .. | .. | .. | .. | بہار روشنی .. میر |
| ۵۶ | .. | .. | .. | .. | .. | آرائش ایوان .. بے نظیر |
| ۵۷ | .. | .. | .. | .. | .. | خواب گاہ .. میر حسن |

صفحہ

| | | | | | |
|----|-------|-----------------|-------|-----------------------|------|
| ۵۷ | | میر حسن | | عروس | (۳۸) |
| ۵۹ | | سحر ریحان آبادی | | عروس خواب | (۳۹) |
| ۶۰ | | نظیر | | مفلح کے گھر شادی | (۴۰) |
| ۶۱ | | سودا | | غریب بی بی | (۴۱) |
| ۶۲ | | مرزا شوق | | خادمہ | (۴۲) |
| ۶۳ | | مرزا شوق | | ماما | (۴۳) |
| ۶۵ | | نظیر | | عید گاہ اکبر آباد | (۴۴) |
| ۶۷ | | بے نظیر | | عید کی دھوم | (۴۵) |
| ۶۸ | | نظیر | | عید الفطر | (۴۶) |
| ۷۰ | | اسمعیل | | عید الفطر میں گڑ بڑ | (۴۷) |
| ۷۲ | | نظیر | | شب برات کا حلوا | (۴۸) |
| ۷۲ | | نظیر | | شب برات کی آتش بازی | (۴۹) |
| ۷۴ | | اسمعیل | | برسات کی شب برات | (۵۰) |
| ۷۵ | | اسمعیل | | محرم کا اکھاڑہ | (۵۱) |
| ۷۶ | | نظیر | | حضرت سلیم چشتی کا عرس | (۵۲) |

| | | | | |
|-----|-------|------|-------|-------------------|
| ۷۹ | | نظیر | | کرشن جی کی بانسری |
| ۸۲ | | نظیر | | جنم کنھیا جی |
| ۸۳ | | نظیر | | آنند بہاوا |
| ۸۶ | | نظیر | | بچہ کی چال |
| ۸۶ | | نظیر | | شیوشنکر کی برات |
| ۸۹ | | نظیر | | شادی کی محفل |
| ۹۰ | | نظیر | | دلہن کا جہیز |
| ۹۱ | | نظیر | | دلہن کی رخصت |
| ۹۲ | | نظیر | | میلے کی سیر |
| ۹۶ | | نظیر | | ہولی |
| ۹۹ | | نظیر | | ہولی کی بہار |
| ۱۰۱ | | میر | | ہولی |
| ۱۰۲ | | نظیر | | موسیقی |
| ۱۰۳ | | میر | | سوانگ |
| ۱۰۴ | | نظیر | | جوگی کا جھیس |

صفحہ

| | | | | |
|-----|-------|----------|-------|----------------------|
| ۱۰۵ | | نظیر | | (۶۸) دوالی |
| ۱۰۵ | | نظیر | | (۶۹) دوالی کے جواہری |
| ۱۰۷ | | نظیر | | (۷۰) سلونوں کی راکھی |
| ۱۱۰ | | نظیر | | (۷۱) صرافہ |
| ۱۱۱ | | مرزا شوق | | (۷۲) مجمع احباب |
| ۱۱۳ | | نظیر | | (۷۳) آگرہ کی تیراکی |
| ۱۱۶ | | سودا | | (۷۴) کشتی |
| ۱۱۷ | | نظیر | | (۷۵) مار پھینک |
| ۱۱۷ | | نظیر | | (۷۶) پتنگ بازی |
| ۱۱۸ | | قائم | | (۷۷) عیش پرستی |
| ۱۲۰ | | نظیر | | (۷۸) چوسر کا کھیل |
| ۱۲۰ | | اکبر | | (۷۹) دلی دربار |
| ۱۲۴ | | اکبر | | (۸۰) دلی دربار |
| ۱۲۵ | | میر | | (۸۱) مراجعت وطن |
| ۱۲۶ | | میر | | (۸۲) سفر نامہ |

| | | | | | | | |
|------|-----|----|----|----|-------------------|----|------------------------------|
| صفحہ | ۱۳۳ | .. | .. | .. | نجم گیلانی | ۸۳ | تصویر غازی انور پاشا |
| ۱۳۲ | .. | .. | .. | .. | بے نظیر | ۸۴ | بے نظیر شاہ |
| ۱۳۵ | .. | .. | .. | .. | میر | ۸۵ | چھیلا |
| ۱۳۶ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۸۶ | تماشا گر |
| ۱۳۶ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۸۷ | آدمی آدمی |
| ۱۳۹ | .. | .. | .. | .. | سید شاہ محمد اکبر | ۸۸ | انسان |
| ۱۴۱ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۸۹ | مفلسی کے احوال پر |
| ۱۴۵ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۹۰ | ضعف پیری |
| ۱۴۶ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۹۱ | بوڑھے بواہوس کا مضحکہ |
| ۱۴۷ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۹۲ | اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست |
| ۱۵۱ | .. | .. | .. | .. | نظیر | ۹۳ | حقیقت و انجام |
| ۱۵۶ | .. | .. | .. | .. | النس | ۹۴ | بہرام ہیلوان |
| ۱۵۷ | .. | .. | .. | .. | سودا | ۹۵ | پیٹ کا بندہ |
| ۱۵۹ | .. | .. | .. | .. | سودا | ۹۶ | بسیار خور |
| ۱۶۰ | .. | .. | .. | .. | قائم | ۹۷ | حافظ اکول |

- (۹۸) ہجو اکول ص ۱۶۱
- (۹۹) ہجو طبیب سودا .. ۱۶۳
- (۱۰۰) کنخوس مکھی چوس سودا .. ۱۶۵
- (۱۰۱) کنخوس منخوس سودا .. ۱۶۹
- (۱۰۲) جھوٹا امیر قائم .. ۱۷۰
- (۱۰۳) کوتوال بد خصال سودا .. ۱۷۲
- (۱۰۴) چور گردی سودا .. ۱۷۳
- (۱۰۵) حجام نافرجام قائم .. ۱۷۴
- (۱۰۶) بنگ نوش قائم .. ۱۷۵
- (۱۰۷) افیونیوں کا رجز ظریف .. ۱۷۶
- (۱۰۸) قدیم طرز جنگ وحید .. ۱۷۸
- (۱۰۹) ارزق پہلوان اور حضرت قاسم کا مقابلہ نفیس .. ۱۷۹
- (۱۱۰) میدان جنگ راحت .. ۱۸۲
- (۱۱۱) معرکہ جنگ سودا .. ۱۸۶

مناظر قدرت

جلد چہارم

غلاطنا

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-------------|-------------|------|-----|-----------------|--------------------|
| ۲ | ۸ | نرے | ترے | ۲۲ | ۱۱ | تمنا کو | تمنا کہ |
| ۲ | ۱۳ | اسے کو | اسی کو | ۲۵ | ۱ | بچپن کے | بچپن کی |
| ۴ | ۵ | دوالے | دوالے | ۲۹ | ۷ | پڑی پڑی | پڑی پڑی |
| ۶ | ۱۱ | گیا گت | گیا گت | ۳۰ | ۲ | لٹا سرے تا پتھا | لٹا سرے تا بہ پتھا |
| ۱۰ | ۱ | بولو | بولو | ۳۱ | ۱۰ | ہے سبب | بے سبب |
| ۱۳ | ۷ | نورس شمر | نورس شمر | ۳۱ | ۱ | وام لی | وام لی |
| ۱۴ | ۱۲ | آمل | آمل | ۳۲ | ۷ | دھارگی | دھارگی |
| ۱۵ | ۱۰ | نقشا | نقشا | ۳۲ | ۸ | بالی پہ | بالی میں |
| ۱۷ | ۵ | بھولی بھولی | بھولی بھولی | ۳۴ | ۶ | نک | ٹک |
| ۱۸ | ۲ | لکر | بنکر | ۳۴ | ۱۴ | دھ | دھ |
| ۲۱ | ۲ | چاؤں | چھاؤں | ۳۶ | ۳ | بھکے | بھکے |
| ۲۲ | ۶ | چتری | چتری | ۳۹ | ۲ | بہرازاں | بہرازاں |

| صحیفہ | غلط | ۴ | ۵ | صحیفہ | غلط | ۴ | ۵ |
|----------------|----------------|----|----|--------------|--------------|----|----|
| رنگِ چمن | رنگِ قمر | ۱۲ | ۵۸ | باندھ | باندھا | ۱۲ | ۴۱ |
| سیس بدن | سیسی بدن | ۳ | ۵۹ | سہرے کی | سہرے لی | ۴ | ۴۳ |
| نازک | نارک | ۷ | ۵۹ | گامیں | گامیں | ۴ | ۴۳ |
| دھانی دھانی | دھانی | ۱ | ۶۰ | آبِ مضامین | آبِ مضامین | ۱۲ | ۴۳ |
| ایک ہے | ایک ہی | ۹ | ۶۴ | دورستہ | وہ رستہ | ۶ | ۴۴ |
| جوں ماہ | چوں ماہ | ۱۲ | ۶۵ | ڈنکا | ڈکا | ۱۲ | ۴۵ |
| چھاتی کی | چھاتی کے | ۹ | ۶۶ | طاش کی | طاش کے | ۵ | ۴۶ |
| بائیں | بائیں | ۸ | ۶۳ | میگڈمبر | میگڈمبر | ۱ | ۴۷ |
| اپنے دم | اپنی دم | ۲ | ۶۳ | جھلکتے | جھلکتے | ۱ | ۴۷ |
| کیچھو | کیچھو | ۱۲ | ۶۳ | جوں زیں | جوزیں | ۱۳ | ۴۷ |
| کمال کی پریش | کمان کی پریش | ۲ | ۷۶ | آسمان وار | آسمان دار | ۱۰ | ۴۸ |
| مشائخوں کے سال | مشائخوں کے سال | ۱۰ | ۷۷ | جام و خورشید | جام و خورشید | ۳ | ۴۹ |
| سب | شب | ۶ | ۷۸ | جہان کمن | جہاں کہیں | ۶ | ۴۹ |
| ہو کے موہنی | مو کے موہنی | ۹ | ۷۹ | پھول کتراک | پھول کترائے | ۲ | ۵۰ |
| | | | | کل سی | کل سے | ۱۱ | ۵۰ |
| بچا | بچا | ۲ | ۸۲ | آگے دور رو | آگے روپے کی | ۷ | ۵۱ |
| بیٹھی | بیٹھی | ۱۰ | ۸۳ | رہیں رکھ لو | رہیں رکھ لو | ۱۲ | ۵۱ |
| بیل پڑی | بیل پڑی | ۱۰ | ۸۴ | منقش | منقش | ۱۱ | ۵۲ |
| سیرنا | برنا | ۱۱ | ۸۴ | پانی کا سب | پانی کا شب | ۴ | ۵۴ |
| اٹھاتی ہیں | اٹھاتے تھے | ۱۳ | ۱۲ | پر خیم فلک | بر خیم فلک | ۷ | ۵۵ |
| ہو دے | ہو دے | ۷ | ۸۷ | خس نے | کس نے | ۶ | ۵۷ |

| صحیفہ | غلط | صحیفہ | غلط | صحیفہ | غلط | صحیفہ | غلط |
|-------------------|------------------|-------|-----|--------------|--------------|-------|-----|
| اب تو | اب نو | ۴ | ۱۰۸ | جھنکاریں مار | جھنکاریں مار | ۱۲ | ۸۷ |
| پھری ہیں | پھری میں | ۹ | ۱۰۹ | جوبانے | جوبانے | ۱ | ۸۹ |
| پیٹھ | پیٹھ | ۶ | ۱۱۰ | پھر تھاں | پھر تھاں | ۷ | ۸۹ |
| پونجے وہ | پونجے ان | ۱۱ | ۱۱۰ | لوگوں کے | لوگوں کے | ۸ | ۸۹ |
| بستار ہیں | بس کار ہیں ان | ۱۳ | ۱۱۰ | دھریں بھریں | دھریں بھریں | ۸ | ۸۹ |
| بجتی | بجتی | ۱۲ | ۱۱۱ | کھلتے | کھلتے | ۵ | ۹۰ |
| چونترا | چونترا | ۵ | ۱۱۳ | چھلکتے | چھلکتے | ۸ | ۹۱ |
| پیراک | پیراک | ۴ | ۱۱۴ | ڈاڑھی جاہ | ڈاڑھی جاہ | ۱ | ۹۲ |
| سردوں | سردوں | ۱۳ | ۱۱۴ | ڈاک | ڈاک | ۴ | ۹۵ |
| صاف سوتے | صاف ہوتے | ۱ | ۱۱۵ | تالی | تالی | ۱۰ | ۹۵ |
| کڑاڑے | کڑاڑے | ۶ | ۱۱۵ | چیلوں | چیلوں | ۹ | ۹۸ |
| جھپک | جھپک | ۱۰ | ۱۱۵ | چل | چل | ۱۰ | ۹۸ |
| پیرے | پھیرے | ۱۱ | ۱۱۵ | دیکھتے | دیکھتے | ۱۲ | ۹۸ |
| رہیں ہے | رہے ہیں | ۴ | ۱۱۶ | چھلکتے | چھلکتے | ۳ | ۹۹ |
| گھبرا کے | گھبرا کے | ۱۰ | ۱۱۶ | چھلکتے | چھلکتے | ۵ | ۹۹ |
| مئے نعل | مئے نعل | ۱۱ | ۱۱۹ | چھلکتے | چھلکتے | ۱۰ | ۹۹ |
| پڑتے ہیں تین کانے | پڑتے ہی تین جانے | ۴ | ۱۲۰ | چیدہ | چیدہ | ۹ | ۱۰۱ |
| چہروں | چیزوں | ۱۰ | ۱۲۱ | سیلی | سیلی | ۳ | ۱۰۴ |
| دھر | دھر | ۱۳ | ۱۲۱ | چبا | چبا | ۷ | ۱۰۴ |
| دربار | دربار | ۱۵ | ۱۲۱ | کھتے ہے | کھتے ہیں | ۱ | ۱۰۶ |
| بکھی | بکھی | ۷ | ۱۲۲ | دے | دیں | ۱ | ۱۰۶ |
| | | | | یار | بار | ۳ | ۱۰۸ |

| صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ | صحیح | غلط | صفحہ | صفحہ |
|------------|-----------|------|------|--------------|------------|------|------|
| کماں | کمال | ۲ | ۱۵۷ | اگر ہمیشہ | اگر پیش | ۴ | ۱۱۳ |
| لے ہے | لے ہی | ۱ | ۱۵۸ | ناپی | نانی | ۵ | ۱۲۳ |
| نیچ | نیچ | ۱۳ | ۱۶۲ | بال میں | ہال میں | ۸ | ۱۲۳ |
| لگی | لگی | ۸ | ۱۶۴ | طارِ موش | طارِ خوش | ۹ | ۱۲۳ |
| پنیر | پیر | ۲ | ۱۶۵ | حدِ قانونی | حدِ قانونی | ۱۰ | ۱۲۴ |
| ہوتے | ہوتے | ۱۲ | ۱۶۵ | چاکر | جا کر | ۲ | ۱۲۹ |
| رفز کے تیں | رفز کیتیں | ۳ | ۱۶۶ | سخت ہی | سخت ہے | ۹ | ۱۲۹ |
| کہہ گیا | کہہ گیا | ۱ | ۱۶۸ | بلا ہی رہے | بلا ہی رہی | ۱۳ | ۱۳۰ |
| مانے ہے | مانے ہے | ۹ | ۱۶۸ | تو وہ | تو تو وہ | ۷ | ۱۳۲ |
| وہ ٹکڑے | دو ٹکڑے | ۱ | ۱۷۰ | نظیر | بے نظیر | ۷ | ۱۳۶ |
| یہ نیکارے | بہ نیکارے | ۱۱ | ۱۷۲ | زیچ حال | زیچ جاں | ۱۰ | ۱۳۱ |
| بھونکتے | بھونکتے | ۶ | ۱۷۳ | بسنے | بسنے | ۳ | ۱۳۳ |
| شیرا | شیر آ | ۳ | ۱۷۸ | دام میں ہیں | دام میں | ۱ | ۱۴۶ |
| نشہ وہاں | نشہ وہاں | ۶ | ۱۷۹ | آبرو سے رشتے | آبرو رشتے | ۱۲ | ۱۴۷ |
| وغا | وغا | ۷ | ۱۷۹ | چاہنے | چاہتے | ۱۲ | ۱۴۹ |
| جسہ | جسہ | ۵ | ۱۸۰ | لبیدہ درہ | کبیدہ درہ | ۲ | ۱۵۴ |
| شیر کہ | شیر کو | ۱۳ | ۱۸۱ | بدھنا | بندھنا | ۱۰ | ۱۵۵ |
| بڑھتے | بڑھتے | ۲ | ۱۸۷ | بیجا | بھیجا | ۸ | ۱۵۶ |

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مناظر قدرت

جلد چہارم
ایک

تم کون ہو میاں کہاں کے ہو، آئے کہاں سے کہاں جاؤ گے
یہ تک بات ہمیں بتلاؤ کس نے بھیج کیا ہے کام
جو نیا نگر آجھانے ہو

یاں آتے ہی تیرت جورو تے ہو کچھ لائے تھے سوکھوئے گیا
کس سوچ میں ہو کیا بھول گئے اس کا دو جلد جواب ہمیں
انکھیاں کھولو کیوں ہاکی ہو

ظفر

۲۔ حکایت

اے کہ۔ اپنے ساتھ گھر بھر کی خوشی لایا ہی تو کس وطن کی یاد میں روتا ہوا آیا ہی تو
 کونسی دنیاؤ خنداں یاد آتی ہی تجھے رونے والے یاد کس کس کی لاتی ہی تجھے
 کیا کوئی زریں خبریرہ چھوڑ کر آیا ہی تو گلشن فردوس سے منہ موڑ کر آیا ہی تو
 یاد ایسے ہی تو کچھ آتے ہیں نطائے تجھے

اجنبی سے اس جہاں کے نقش ہیں سارے تجھے

کس لئے حیرت سے یوں ہر اک گمانہ تکتا ہی تو کچھ تو کنسا چاہتا ہی کہہ نہیں سکتا ہی تو
 ہم کو بھی معلوم ہی تو ہی مسافر دور کا مطلقاً اس دیس کی بولی سے ہوا آشنا
 ہاں! بتا وہ سرزمین عافیت تھی کونسی بستی ہو دل میں نئے دلکش دہستی کونسی
 روشنی ہوتی ہی کیسی چاند و سورج کی دال تیرے چہرہ پر ہویدا ہیں ابھی جس کے نشاں

کس حچم کا گل ہو تو کس عرش کا تارا ہی تو

کس قدر ہی پاک روشن کس قدر پیارا ہی تو

آہ اے نوادہ ہستی تجھے معلوم کیا انقلابات زمانہ ہیں مجھاتے دھوم کیا
 آج تو روتا ہی جس دنیا کو زنداں جان کر کل نہ چھوٹے گالے کو باغ رضوان جان کر

اس قدر مانوس ہو جائیگا اس دنیا سے تو پھر وطن کی یاد ہوگی اور اس کی آرزو
یا د بھولے سے نہ آئے گا تجھے اپنا وطن تو سمجھ لے گا اسی غربت کو بھی پیارا وطن جلد
حاصل کن بھی نہ ہو گا اگرچہ اطمینان دل
پھر بھی دنیا ہی رہیگی شال راہن دل
محروم

۳۔ طفل شیر خورے

کیا وقت تھا وہ ہم تھے جب دودھ کچھو
ہر آن آنکلوں کے معمور تھے کٹورے
پاؤں میں کالے ٹیکے ہاتھوں میں نیلے
یا چاند سی ہوسوت یا سانولے وگو بے
کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

گل کی طرح سے ہر دم سینے پہ پھولتے ہیں
پی پی کر دودھ ماں کا خوش ہو پھولتے ہیں
ماں باپ ان کی خدمت سر پر قبولتے ہیں
ہاتھوں میں کھیلنے ہیں جھولوں میں جھولتے ہیں
کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

جو دیکھے ان کی صوت لے پیار سے کھلائے
ہاتھوں اوپر اچھالے اور چھیر کر منہ لائے
چوٹے کبھی دہن کو چھائی کبھی لگائے
کوئی حسنی منہ میں دیدے کئی جھنجھنا بجائے

کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے
جلد چھوٹا سا کوئی گرتا ان کا نکالتا ہی
یا چھوٹی چھوٹی ٹوپی سر پر پہنتا ہی
ماں دودھ ہی پلاتی اور باپ پالتا ہی
ناملگے لگائے دادا اچھالتا ہی
کیا سیر دیکھتے ہیں یہ طفل شیر خورے

نظیر اکبر آبادی

۴۔ معصوم بھولے بھالے

کیا دن تھے یا رات وہ بھی تھے جبکہ بھولے بھالے
نکلے تھی دانی لے کر پھرتی کبھی دوائے
چوٹی کوئی رکھالے بدھی کوئی پنھالے
ہنسی گلے میں ڈالے منت کوئی بڑھالے
موئے ہوں یا کہ ڈبلے گوئے ہوں یا کہ کالے

کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

دل میں کسی کے ہرگز نے شرم نے حیا کر
آگاہی کھل رہا ہی پیچھا بھی کھل رہا ہی
پہننے پھے تو کیا ہی ننگے پھرے تو کیا ہی
یاں یوں بھی واہ واہی اور دوس بھی واہ واہی

کچھ کھالے اس طرح سی کچھ اس طرح سو کھالے

کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

مر جائے کوئی تو بھی کچھ ان کو غم نہ کرنا نے جانیں کچھ بگڑنے نے جانیں کچھ سنو رنا
ان کی بلا سے گھر میں ہوقند یا شکر نا جس بات پر یہ مجھے بس وہ ہی کر گزرا

ماں اور حنی کو بابا پگڑی کو بیچ ڈالے

کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

جو ان کو دوسو کھالیں پھیکا ہو یا سلونا ہیں بادشہ سے بڑھکر جب مل گیا کھلونا
جس جا پہ نیندا آئی پھر واں ہو ان کو سونا پروا نہ کچھ پلنگ کی نے چاہئے بھجونا

بھونپو کوئی بجالے پھر کی کوئی پھر اسے

کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

یہ بالے پن کا یا ر و عالم عجب بنا ہے یہ عمر وہ ہو اس میں جو ہے سوا دشا ہے
اور سچ اگر چو تھو تو بادشہ بھی کیا ہے اب تو نظیر میری سب کو یہی دعا ہے

جیتے رہیں سبھی کے آس و مراد ملے

کیا عیش لوٹتے ہیں معصوم بھولے بھالے

نظیر اکبر آبادی



۵۔ ماں کی مامتا

جلد

ماماں کی جانتے ہیں سب
 بھوک بچے کو ہے ستاتی جب
 دودھ دیتی ہے پیار کرتی ہی
 بچہ سینے سے جو رہا ہی چھٹ
 پاؤں کی بھی نہ ہمو ذرا آہٹ
 اوں اوں کرتی تھپکتی جاتی ہی
 جب گیا وہ نہالچہ پر سو
 کئے سب کام تھے ضروری جو
 بیتی رہتی ہے ماں خبر ہر دم
 ماں کو آرام کی کساں صحت
 کپڑے لٹوں کی ہو گئی گیا گت
 صبح اٹھ کر کھنگالتی ہے تمام
 بچہ اتنے میں چونک اٹھا سو کے
 ماں ہے بچہ کی پرورش کا سبب
 ماں سے کرتا ہی روکے دودھ طلب
 جان اس پر نشا رکھتی ہی
 نہیں لے سکتی بڑھک کر کڑ
 کبھی ننھے کی جائے نیند اچٹ
 ہوئے ہوئے سر کرتی جاتی ہی
 چھوٹے ٹیکے لگا دیئے دودھ
 پر نہیں بھولتی ہے بچہ کو
 اپنے بچہ پہ ہی نظر ہر دم
 سوئی بیٹھب تو آگئی شامت
 ہی بچھونا بھی تر تبرلت پت
 جائے پالے کا وقت اور یکام
 ناک میں دم کیا ہے روکے

ماں نے پھر لے لیا ہی خوش بچو
 دیکھ کر اس کا چاند سا کھٹرا
 باتیں کرتی ہی پیار سے جوں جوں
 رات کو لوریاں سناتی ہی
 کس قدر زحمتیں اٹھاتی ہی
 جب لگایا ہی آنکھ میں کاجل
 دونوں ہاتھوں سے آنکھیں لیل
 کبھی کندھی بجا کے بہلایا
 چُپ کیا جھمٹا بجا کے اُسے
 اس کا ہتھاجدا پکاتی ہے
 باتیں کرنا اُسے بتاتی ہے
 ہر طرح پر سنبھالتی ہی اُسے
 اللہ آئیں سے پالتی ہی اُسے

ماں کو بچپن سے جو محبت ہو
 وحقیقت خدا کی رحمت ہو

۶۔ ماں کا پیار

مطلع

کیسا لیتا ہے یہ خوش خرم نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی غم
نہ تو روتا نہ بلبلا تا ہے گود میں کیا ہلکے آتا ہے
مسکراتا ہو کیا ہی خوش ہو کر جیسے چڑیا گن ہو ڈالی پر
جب کہ سوئے گا وقت ہو آتا مرے سینہ سے ہی چمٹ جاتا
جبکہ آنکھوں میں نیند آتی ہو بستر اس کا میری چھاتی ہو
نیند لے کر منہی خوشی سے اٹھا پھول گویا کھلا جنبیلی کا
لگ گئی بھوک کہہ نہیں سکتا پیاری نظروں سے ہو مجھ تک

پیار کا بھی مرے ہی ہو سبب

نہیں آتا بیان میں مطلب

۲ سخیل

۷۔ پیاری بچی

سیدہ کیسی پیاری بچی ہو صورت اچھی سمجھ بھی اچھی ہو
ذرا دیکھو تو اس کی صورت کو سچی چینی کی جیسے مورت ہو

جلد

ہی ابھی دو برس کی خیر سے جان
 ماں نے جو کچھ اُسے سکھایا ہی
 وہ سبق سائے اس کو ہیں ازبر
 ہے ادب سے بڑوں کا لیتی نام
 پھر ادب سے وہیں سلام کو سنا
 جھوٹ موٹ اس کو گڑوا رہی ہیں
 کپے پن سے یقیں نہیں کرتی
 وہ کسی بات پر محبت نہیں
 ایک بیماری سے تو ہی لاجا
 ایسی کم عمر بے سمجھ ہو کر
 بے پیئے دودھ جب نہیں سکتی
 کبھی کہتی ہی پیار سے اماں
 کوٹ کوٹ اس میں ہی بھری غیرت
 ماں نے مجھوٹوں کبھی جو گھوڑیا
 ماں کی خفگی سے ہی بہت رتی
 پر سب اچھے بُرے کی بے پہچان
 جو ادب قاعدہ بتایا ہی
 نقش ایک ایک بات ہی دل پر
 سب کو کرتی ہی ہاتھ اٹھاکے سلام
 چومتی ہی مزاج جوڑ کے ہاتھ
 بات ڈر کی کوئی سناتے ہیں
 دیر تک ہو نہیں نہیں کرتی
 اپنی عادت کبھی بدلتی نہیں
 ورنہ روتی نہیں کبھی زہار
 دودھ بھی مانگتی نہیں رو کر
 ہی وہ ماں کی خوشامدیں کرتی
 اور کبھی ڈالتی ہے گل تیاں
 اس کو کوئی گھڑک دے کیا طاقت
 اس نے سچ چم وہیں بسو دیا
 اس کے تیور ہے دیکھتی رہتی

جب ذرا دیکھتی ہی چپ ہاں کو
 ماں یہ سنکر اگر ذرا ہنسی
 ہنستی ہی اور کھلکھلاتی ہی
 چاہنے والے اس کے ہن جوجو
 پھوپھیوں سے تو ہی لگاؤ بہت
 ہی چچاؤں کے نام کی عاشق
 غور سے اُن کا پڑھنا سنتی ہی
 ختم ہو چکے ہیں جباں کے بول
 آرزو تو بہت ہے بولنے کی
 یوں تو تھی جب ہی پیاری اس کی بہاں
 پھر تو آتا ہی اس پہ اور بھی پیار
 نہیں منہ سے نکلتے پوئے بول
 لوٹ جاتے ہیں ہنستے ہنستے سب
 نئے آتے ہیں گرمیں جب مہاں
 پا کے بیٹھا ادھر دھر سب کو
 بار بار اس کو کہتی ہے ”بو بو“
 پھر کوئی دیکھے اس کی آنکھوں
 بچی پھولی نہیں سماتی ہے
 خوب پہچانتی ہے ایک اک کو
 گھر کا خالاؤں کے ہی چاؤ بہت
 ان کے کلمہ کلام کی عاشق
 اور سُن سُن کے سر کو دھنتی ہی
 کہتی ہی بار بار ”ابا اول“
 پر نہیں اٹھتی ہے زبان ابھی
 جب کہ کرنے لگی تھی وہ غوغاں
 ہوتی جاتی ہی جس قدر ہوشیار
 بولتی ہی صدا دہمورے بول
 زرگری اپنی بولتی ہے جب
 دیکھ دیکھ اُن کو ہوتی ہی خنداں
 دیکھتی ہے مٹر مٹر سب کو

جلد ۲

او پر ہی شکل سے ہی گھبراتی ہی مگر جلد سب سے ہل جاتی
ہیں جو ماں جائے بھائی اور بہن یوں تو ہی سب کی اس کے دل میں لگیں
پر ذرا بھائی سے ہی لاگ اس کو کیونکہ اوپر تلے کے ہیں دونوں
پس جہاں بھائی ماں کے پاس آئے اور وہیں اس نے ہاتھ پھیلائے
جالیٹی ہے دوڑ کے ماں سے بھائی سے کہتی ہی ”ہٹو یاں“
عمر اس کی خدا دراز کرے علم سے اس کو سرفراز کرے

چڑھیں ماں باپ کی سلامتی میں
سائے پروان - بھائی اور بہنیں

حالی

۸۔ مسرتِ طفلی

پنگوٹے میں تھا ایک نادان بچا پڑا چوستا تھا وہ اپنا انگوٹھا
نہ دیکھا تھا منہ اس ذریعہ والہ کا میں سمجھا یہی ہے مسرت کا پتلا
میسر ہے اس کو خوشی دجہاں کی
نہ ڈر باپ کا ہونہ دہشت ہی ماں کی

نہ کچھ مطلب یا بس کی اس کو خبر ہی ہوئے زمانہ یہاں بے اثر ہے
نہ کچھ دل میں نیکی بدی کا گزر ہے نہ کچھ دوستی دشمنی پر نطفہ ہے

نہ شادی ہی پوری نہ ماتم ہی پورا

ابھی مسکرایا ابھی منہ بسورا

نہ خواہش ہی کوئی نہ تدبیر کوئی نہ کچھ معذرت ہی نہ تقصیر کوئی
نہ کچھ جرم ہی اور نہ تعتر کوئی کوئی خواب ہی اور نہ تعبیر کوئی

نہ اپنا پرایا نہ میرا نہ تیرا

میں سمجھا یہی ہے مسرت کا ڈیرا

مگر دو قدم آگے چل کر جو دیکھا تو آیا نظر دوسرا ایک لڑکا

گلی میں وہی کودتا پھر رہا تھا مگر کھیل میں تھا وہ مشغول ایسا

کہ تھا بے خبر شام ہی یا سحر ہی

بلا جانے اس کی کہ دنیا کدھر ہے

محبت سے جس وقت ماں ڈبلیا تو مرشد نے باتوں میں اس کو اٹایا

خفا وہ ہوئی ناز اس نے دکھایا بچل کر کہا تم چلو میں بھی آیا

ادھر سے ہوئیں دھکیاں میٹھی میٹھی

ادھر سے ہوئیں شوخیاں میٹھی میٹھی

نہ کچھ بھوک ہے اور نہ کچھ پیاس اس کو نہ امید ہے اور نہ کچھ پیاس اس کو

نہ کچھ مان ہے غم کا ہے پیاس اس کو نہ کچھ وقت کا بھی ہے دوسو اس کو

یہاں تک کہ سب غم غلط کھیل میں

میں سمجھا مسرت فقط کھیل میں ہے

بیتاب

۹۔ بچہ اور ہلال

رنگیں داہیں دونوں رنگیں چال دونوں نورش شمر ہیں دونوں اور نوہال دونوں

بچے ابھی اگرچہ ہیں خور دال دونوں بڑے کر کریں گے اک دن کسب کال دونوں

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

چھوٹی سی کیا ہے دلکش ہے یہ کمان تیری مجھ کو پسند دل سے ہے آن بان تیری

پر یہ نہیں رہی بچپن کی شان تیری دو چار دن کی طفلی ہے میہان تیری

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونوں

تو بڑھ کے بد ہوگا جس طرح آسمان پر ڈالے گا اپنی کرنیں اس تیرہ خاک اِن
جلد میرا شباب یوں ہی آئے گا عنفواں پر شفقت کا نور میں بھی برسائوں گا جہاں پر

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلالِ دونوں

نخے سے اوکھلاڑی او آسمان کے ساکن آ کھیل لیں کہ دونوں بچا بھی ہیں کمسن
دو چار دن کے ہماں ہیں کھیل کود کون پیری میں ولولے ہیں طفلی کے غیر ممکن

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلالِ دونوں

کشتی اُتار لاہاں چھوٹی سی آسمان سے ایسا کہاں کا اونچا ہو تو مرے مکاں سے
ہوں تیر چھوٹے کو مضطر تری کہاں سے تیرے لئے تڑپتا ہوں میں غم نہاں سے

آ۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلالِ دونوں

یارب نہ چشمِ بد سے پہنچے گزند تجھ کو ہو شام کی سیاہی دو دسپند تجھ کو
گردوں کرے بڑھا کر بالا بلند تجھ کو ہاں کون سے کھلونے ہیں دل پسند تجھ کو

ا۔ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلالِ دونوں

سرور

جلد

۱۔ کم فرصت بچہ

سنتے تھے کہ یہاں راحت آرام بہت ہی
پر تجربہ کستا ہے کہ یہاں کام بہت ہی

دن رات میں فرصت نہیں اتنے ہیں مشاغل

ملک نہیں ہو جاؤں میں دم بھر کو بھی غافل

اس پر بھی مرے کام مکمل نہیں ہوتے

عقدے جو مرے کام میں ہیں حل نہیں ہوتے

لو آج ہی جس وقت سے ہونے لگی بارش

شیشوں پہ دریچوں کے ہوئی بوڑوں کو لغزش

اس وقت سے بندہ ہمہ تن چشم تماشا

دیکھا کیا اک ٹکٹکی باندھے ہی نصا

اک وقت میں اک کام پہ پر کی نہ قناعت

نادانی سے سر پر ٹپی یہ اک نئی محنت

اک گیت زباں پر جو کہیں ہو گیا جاری
 دو پہر اسی راگ کے دھندے میں گزری
 تھے اس کے سوا اور بھی بہتری مشاغل
 ملے اور بھی کر ڈالے کئی میں نے مراحل
 آئیے پر ایسا کوئی اک پھونک دیا دم
 وہ جس کے اثر سے ہوا اک آن میں پُر دم
 اس نم کو وہیں صورت تصویر بنایا
 تصویر کو اک لفظ میں پھر خود ہی مٹایا
 پھر فرش زمیں پر جو توجہ ہوئی نائل
 تعمیر کئے اس پہ مکاں رہنے کے قابل
 ٹوٹی ہوئی کشتی جو مری سب سے بڑی ہو
 اب اس کی مرمت کی مجھے فکر پڑی ہو
 دعوت جو خیالی مرے ہاں ہوتی ہے کثر
 پھر اس میں بلانے ہیں مجھے سارے تو نگر

جلد

اتنے ہیں تر و دھری اک ننھی سی جاں کو
فارغ جو ہیں کیا جانے وہ اس دُر نہاں کو
اب کھیل کی فرصت کوئی ڈھونڈے تو کہاں
”مصرف ہوں مصرف“ یہی وردِ زباں ہے
اکرام

۱۱۔ ایک حسین لڑکی

چہرہ یہ پیارا پیارا آنکھیں کالی کالی
لب گل کی تپیاں ہیں صورت ہی بھولی بھولی
نازک بدن ہے اس کا یا نخل گل کی فالی
چہرہ کا رنگ دیکھو کہ سدو کہ پھول ڈالی
سُرخ پر جو آ رہی ہیں اڑ کر لٹیں ہو اسے
سر کا رہی ہو ان کو کس ناز سے اداسے
ناز اس کے قدّتی ہیں اسے ہی بھر جو
دلکش نظر ہے لیکن واقف نہیں نظر خود
بالوں میں بن رہے ہیں گھونگر ادھر ادھر
دارفتہ ہو رہا ہے حسن اس کی شکل پر خود
کیسا دہن ہی زیبا کتنا ہی تنگ بکھو
آنکھوں میں لال ڈوسے لائی ہیں رنگ

کس لطف سے لڑکپن اس کو کھلا رہا ہے چھوٹے سے قد کو کیا کیا چالوچ لارہا ہے
جلد لڑکے کی تبسم ہونٹوں پہ آ رہا ہے لڑکے کی نظر سے شوخی دکھا رہا ہے

وارثگی تو دیکھو بے خود ہی کس قدر یہ

آنچل زین پہ لوٹا لیکن ہے بے خبر یہ

چوٹی نہیں بندھی ہر بال رت میں ہوئے مندے اُجھ گئے ہیں بالوں میں تو بلا

بالوں پہ چمتی ہی گرد اُڑاؤ کے جا بجائے سر چپک ہے ہیں ذرے راز اسے

گرتا کریم کا ہی کاٹنوں پہ ہے وہ اٹکا

دامن پٹا وہ دیکھو کہینا جو دیے جھٹکا

کرتے کو دیکھ کر یہ پہلے تو مسکرائی پھر کچھ جو دھیان آیا حیرت سی رخ پہ چھائی

پوچھے گی ماں کہاں سے کرتی کو چھاڑ لائی یہ ڈر نہیں تو چھوٹی چہرہ پہ کیوں مولائی

کرتے کو دیکھتی ہی کانٹوں کو دیکھتی ہی

ماں سے یہ کیا کیسی بس سوچ اسے ہی ہے

ٹہلی پھراٹھ کے اب کچھ تسکین پا رہی ہے رنگت اُڑی ہوئی پھر چہرہ پہ آ رہی ہے

چھوٹی سی آنکھوں میں لارہی ہے خود سنہ چڑا رہی ہے خود مسکرا رہی ہے

جلد

لائی ہوا جو اپنے دامن میں گرد بھر کے
 آئینل میں منہ چھپایا آنکھوں کو بند کر کے
 چل نکل اور ٹھٹھک کر مجھ پر نگاہ الی میں اس کو دیکھتا ہوں یہ بات اس نے پائی
 آنکھیں اٹھا کے دیکھا اور پھر نظر پالی یہ قدرتی حیا ہی دل کی لہجائے والی
 دیکھے جو پھر تو شاید ترجیحی نظر سے دیکھے
 پھیرا ہی رخ تو شاید مڑ کر ادھر سے دیکھے
 دیکھا تو اس نے لیکن گزرنے کا دیکھا آئینل کو سر پہ ڈالا اور مسکرا کے دیکھا
 کیا ترچھی چٹونوں سے آنکھیں چاکو دیکھا دیکھا پھر اس نے دیکھو آئینل ہٹا کے دیکھا
 پایا نیا جو مجھ کو کچھ شرم آئی اس کو
 فطرت کی یہ ادا ہی بننے کا نعم کس کو
 چشمے کی راہ لی ہو شاید پئے گی پانی پہونچی تو دیکھتی ہی چپ سن کھڑی دانی
 عکس فلک کی رنگت سورج کی صورت پانی تو ہو سنہرا اور تہ ہے آسمانی
 لہروں میں چلتی پھرتی سورج کی جو جگہ ہے
 اس سے چمک رہی ہو کیا جلیوں کا شگ ہے
 وہ پانیچے سنبھائے پانی تو خیر کم ہے
 مٹھنوں ہی تک ہو گرا اور چند ہی قدم ہے

لیکن لچک بدن میں چلنے سے دم بدم ہی نازک ہی پاؤں پھسلے پانی میں تو ستم ہی
 وہ اوڑھنی نہ بے بھلی پانی سے تر ہوئی ہے
 وہ لڑکھرائی دیکھو دھری کس ہوئی ہے

نالائق تر کے پہونچی زیر شجر کھڑی ہے نہتے سے دل پہ اس کے ہمت بہت بڑی
 کچھ اوڑھنی بدن پر کچھ خاک پر پڑی ہے خوشے پکے ہوئی ہیں ان سے نظر لڑی ہے
 میں جانیں گرا دوں بھلے ہیں تو اچھا
 کھیلے ہیں تو اچھا تھلے ہیں تو اچھا

شوق قد و آئی

۱۲- پاربتی

اس راجہ ہیا چل کے گھراک بالی سندر بیٹی تھی
 کٹھ اس کا چندلن کا تھا نام اس کا گورا پاربتی
 لب لعل میں اور غنچہ دہن تن برگ سین قد سر سی
 پوشاک جھلکتی تاشنری ان گنتی پہنے من موتی
 وہ کٹھے لنگن کندن کے وہ بازو چھل اور مندی
 وہ جھانجن بختی سونے کی اور چوڑی گھنگر چولسی

ماں باپ کی پیاری ناز بھری آنکھوں میں وہ نند پھرتی
 نت رہتی ہاتھ پاؤں میں اور مانی اس مرادوں کی جلد
 سکھ بھوجن نورس اور میوے پکوان مٹھائی دودھ ہی
 سو ساٹھ سیلی ساتھ پھریں ہم عمریں بھی بالی بھولی
 سب پیار کریں تن و اریں سنگ کھیلیں حبیب ہلجی
 سب گنے میں سر پاؤں لیں تن سوہا سالو اور چری
 کوئی اچھلے کو دے سو لگ کر کوئی نہیں کرتی کھیلی
 دن ات نہیں اور چین کریں ہر آن کی خوبی خوشوقتی
 تھی تھی گورا پار تھی ان روپ سروپوں ابرن میں
 سب طور خوشی سے پھرتی تھی نت اپنی گھر اور آنگن میں

نظیر اکبر آبادی

۱۳۔ ایک حسین لڑکی اور اس کی ہنسی

دل کو گھبارہا ہے انداز اس ہنسی کا
 یہ دانت صاف اس کے یہ ہونٹ لال لکے
 پیش نظر ہر نقش کھلتی ہوئی کھلی کا
 دو نیم رنگ گل میں چری میں گل س کے

دو حرف لکھ کے گویا شجر بھر دیا ہو
کیا پھول کھل رہے ہیں اس پر نظر نہیں ہو
چمکا ہو حسنِ فطرت اس حسنِ عارضی سے
کیا لطف نہ رہا ہو بے اختیار نہینا
خوش کر رہا ہو شاید اس کو نہی نظارہ
لہڑیوں سے کھیلنے کا شاید سبب یہی ہے
ملتی نہیں وہ اس کو مہنتی ہو یہ اسی
داشوں کو مانج کر یہ پانی میں دیکھتی ہو
سمجھی کہ اور کوئی اس کے مقابل آئی
یہ راز ہونہ یا رب اس پر کبھی ہویدا
مہنس مہنس کے بھوئے پہن کیونہ پہن آئی
ہل ہل کے خوب بوسے گالوں کے دار ہو ہیں
بندوں کا گدگدانا اس کو مہسا رہا ہو
کانٹے نہ چبھ کے شاید اس کو مہسا دیا
خوش کر رہی ہیں چڑیاں آواز نغمہ راسے

قدرت نے ان لبوں کو کیا لال کر دیا ہو
جلتہ اپنی مہنسی کی شاید اس کو خبر نہیں ہو
گالوں میں گر گئی ہو کچھ کچھ شکن مہنسی سے
چشمے میں منہ کو دھونا اور بار بار مہنسا
پانی میں دیکھتی ہو رخ اپنا پیارا پیارا
جنبش میں عکس رخ کو مہنس مہنس کے دیکھتی ہے
بچھلی پکڑ رہی ہو جلو میں دل لگی سے
آئینہ ہو نہ اس م پاس اس کے آرسی ہو
پانی میں صورت اپنی اس نے جو دیکھ پائی
واقع نہیں کہ یہ اپنا ہی عکس پیدا
سمجھے گی عکس اپنا تو جھینپ جائے گی
کانوں میں سبز بندو کیا لطف دے رہے ہیں
ہلنے سے ان کے شاید کچھ لطف آ رہا ہو
چھوٹی سی شاخ ٹکل کو کہتے ہیں کھ لیا ہو
پٹیروں کو دیکھ کر یہ مہنتی ہو کس ادا سے

پانی میں گر پڑی یہ پھر بھی ہنسی نہ چھوڑی
اٹھتے ہی پھول ٹھایا اور اوڑھنی بچوڑی
نازک ہیں ہاتھ اس کے پانی نچر سکے کیا
کاش اوڑھنی یہ دیتی اور میں بچوڑ دیتا
جھٹکا رہی ہو دیکھو ہنس ہنس کر بال بچو
آنکل سے پونجھتی ہی ہر بار گال اپنے
کیا کھلکھلا رہی ہو اس کی ہنسی تو دیکھو
رخ پر لٹیں پڑی ہیں وار شکی تو دیکھو
ظاہر ہو بھولے پن سے قدرت کی کاسیا
خوبی کو ناز اس پر خود اس کو بے نیازی
چھڑوں میں اس کو لیکن جھپٹے تو منہ خیر آئے
چل دے تو لطف میرا حسرت کا داغ کھائے
غم سے کبھی نہ یارب اس کی ہنسی ہو نہ
رکھے لڑکپن اس کا اس کو ہنسی پہ ہل

کیا چیر ہی لڑکپن پر دا نہیں کسی کی
اے شوقِ عمر طفلی ہے جانِ زندگی کی

شوقِ قدِ الٰہی

۱۴۔ ایاد طفلی

کدھر گیا آہ میرا بچپن - نجات تھی جب غم جہاں سے
نہ دل تھا حسرت کش تمنا - نہ تھی زباں آشنا فغاں سے
کہاں گئی وہ بہارِ طفلی - کدھر گئے وہ نشاط کے دن
گلاب سا آہ! میرا چہرہ نہ زرد تھا جب غم خزاں سے

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں کبھی تھامیں ہم سرود قسری
چمن میں کرتا تھا چھپر پروں میں جل کے مرغانِ نغمہ خواں سے

میں دل میں خوش تھا کہ گارہی ہر مری محبت کا یہ ترانہ
کھلا نہ تھا راز عشق گل کا جو مجھ کو بلبل کی داستاں سے

بہت دنوں ہمسفر تیرا رہا ہوں بچپن کی صحبتوں میں
ہزار نغمہ سنا کیا ہوں میں او پیچھے تری زباں سے

بہائیں کاغذ کی میں نے نادیں بہت لب جو بنا بنا کے
برس گئی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑی جو سادوں کی آسماں سے

کبھی شگوفوں کو چومتا تھا کبھی تھا کلیوں کو پیسا رکرتا
نثار میں بھی تھا آہ بلبل اداے گل پر ہزار جاں سے

کبھی تمنا کو چاند کو میں گھرا اپنے لاؤں بنا کے میہماں
کبھی یہ حسرت کہ توڑ لاؤں میں جا کے تاروں کو آسماں سے

وہ شوق افزا عجب تھیں راتیں میں جب اچھلتا تھا توڑ کو
اگرچہ اونچے بہت ستارے تھے دست بازوئے نامتواں سے

کبھی جو آئینہ میں یکایک نظر ڈپی مجھ کو اپنی صورت
رہاں پروں ہی محو حیرت کہ پیاری شکل آئی یہ کہاں سے

بوں پہ چین کے کیا نہ آئیگی اب وہ معصوم مسکڑا

او ہوئے الفاظ لے جوانی! وہ کیا نہ بھینگے اب باں سے

نسیم دینے کو مجھ کو لوری نہ شامِ فرقت میں آئے گی کیا

جگر کے ٹکڑے اڑینگے کب تک ہوا میں آہِ شرفشاں سے

بتوں کی تیرِ نظر کا بسمل نہ تھا (خوش روزگار طفلی)

نہ لاگ شہرگ کو نیشتر سے نہ چھڑ پہلو کو تھی سناں سے

نہ دل کو فکرِ معاش کا غم نہ مرگِ اجاب کا تھا ماتم

لہو کے آنسو نہ آہِ راتوں کو تھے رواں حشمِ خوں فشاں سے

نہ تھی گراںباری مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندیِ علائق

اسیرِ زنجیرِ غم نہ تھا میں نجات تھی شورِ شنِ جاں سے

مرا ہنڈولا تھا عرشِ اعظم۔ مرے کھلونے تھے چاندِ سوج

اُتار لانا تھا جا کے تارے زمیں پہ راتوں کو آسماں سے

مرا گھروندا تھا گھر کا آگن اسی میں مہماں تھا میرا بچپن

تجھے بلایا تھا کس نے ظالمِ شباب تو آگیا کہاں سے

رہے جو تو اسے شبابِ مہماں بایں غم و رنج و یاس و حراں
جلدؔ نہیں ہو یہ بھی مجھے تو قے طلسمِ نیکِ آسماں سے

ابھی ہو تیرا فشا ربائی۔ ابھی بڑھایا ہو آنے والا
فلک کو لینا ابھی ہے بدلے بہت سے اک خبر و ناتواں سے
ہزار جھگڑے ہیں زندگی کے ہزار دنیا کے ہیں بکھڑے
سور و صدے انھیں تو کیوں کہٹھیں گداک شربِ استخوان سے
سور و جہماں آبادی

۱۵۔ دوشیزہ

| | |
|-----------------------------------|---------------------------------|
| ایک دن جو برائے سیر اٹھا | دیکھی کوٹھے پہ ایک ماہ لقا |
| بام روشن تھا طور کی صورت | سر سے پانک ہو نور کی صورت |
| حسنِ یوسف بھی اس کو آگامد | چہرہ زلفوں پہ جیسے ابر میں چاند |
| گل سے رخسار گول گول بدن | گال حبسِ طرحِ قمرِ روشن |
| جلوہِ حسنِ رشکِ شعلہ طور | چشمِ بدور آنکھیں موتی چوڑ |
| رخ پہ وہ کھینچے کھینچے زلف کے بال | رگ گل سے وہ ہونٹ گال سولا |

جلد

ہاک میں نیم کا فقط تن کا
 شوخی چالا کی مقتضاسن کا
 آستینوں کی وہ پھنسی کرتی
 جسم میں وہ شباب کی بھرتی
 قد میں آٹا رسب قیامت کے
 گوری گردن پہ طوق منت کے
 رخ پہ گرمی سے وہ عرق کم کم
 جس طرح گل پہ قطرہ شبِ نیم
 عکسِ رخ موتیوں کے دانوں میں
 بجلیاں چھوٹی چھوٹی کانوں میں
 سر و ساق تو گل سے رخسارے
 شانے باز و بھرے بھرے لٹکے

کیا خدا دادِ حسن پایا تھا

آپ اللہ نے بنایا تھا

مرزا شوق

۱۶۔ دوشیزہ

نظر آئی سند پہ اک پیراں
 سپید و سیہ اس کے سب کو بال
 قریب اس کے بیٹھی ہر اک نازیں
 کہ جنت سے اتری کوئی حوریں
 قیامت کا نقشہ سلیقہ غضب
 اداؤں میں خوبی کے اندازِ سب
 نہ کیوں دل کو اس زلف ہو گاؤ
 بگڑنے میں بھی جس کے لاکھون بناؤ

وہ لاکھاب لعل پر پان کا
وہ برق تبسم جو دل پر گرے
وہ اعضا سڈول اور کاٹھی دست
تناسب بھی ہر عضو میں بڑ قیاس
وہ صورت دل آویز زاہد فریب
تروتازہ رخسار مانند گل
خط و خال موزوں و مڑگان راز
جہاں سوز و خندہ زیر لب
وہ باریک لب اور پتلی کمر
وہ ناگن سی چوٹی وہ انفعی کلس
وہ آنکھیں بڑی اور خاطر پسند
وہ پیوستہ ابرو کشادہ جبین
زمرّد کے بندے لٹکتے ہوئے
کلائی میں بلور کی چوڑیاں
جواہر کے جس میں نگینے جڑے

مسی اس پہ گویا شفق میں گھٹا
تو آنکھوں میں تصویرِ محشر تھے
سجیلا چھیرا بدن چاق و چیت
غضب گوئے پنڈویہ ہانی لباس
میانہ وہ قد مثل گل جامہ زیب
ان آنکھوں میں کیفیتِ جام مل
وہ حسنِ خداداد تصویرِ ناز
وہ شوخیِ بلا کی وہ جیتوں غضب
وہ چہرہ کتابی رسیلی نظر
وہ موبان زریں میں درِ عدن
زنخدان باریک بینی لبند
وہ ہر بات غیرت دہ انگلیں
وہ موتی کے بالے چمکتے ہوئے
ظلماتی جڑاؤ بھی کچھ بے گان
مناسب قرینہ سے چھوڑے

غرائے میں ساق بلوریں نہاں مگر شمع فانوس میں ضوفاں
 کف دست دیا اس قدنازنین کہ رنگِ خاکی ضرورت نہیں
 سراپا ضیا جملہ تنویر وہ
 مگر حسن و خوبی کی تصویر وہ
 بے نظیر

۱۔ ملقا

دیکھی پھر اس میں اک ستم ایجا دمہ لقا اوپر نظر گئی جو مری سر سے تاباں
 صورتِ قمر چاند کا ٹکڑا سا بے بہا اور حسن کا بیان تو جباتا نہیں کیا
 نقشہ وہ جس کے پاؤں پہ لوٹی پٹی پڑی
 خونریزا برجان کی قاتل ہر اک نگاہ شرکان وہ بر چھپیوں کو لئے تل ہی سپا
 ہندی سے انگلیوں نے کٹو خون گینا ہ آنکھوں میں کنج رہا تھا وہ کا جل غضبنا
 پڑ جائے جس سے دل میں فرشتوں کی ہڑی
 زلفیں وہ مشکِ ناب سی چہرہ وہ چاند سا جگنور ہاگلے میں ستارہ سا جلمگا
 گنے کا وصف یا کہ بدن کی کہوں صفا جاتا تھا سرخ جوڑے میں تن یوں جھک دکھا

گویا شفق میں آن کے بجلی چمک پڑی
جلتے کیا کیا کموں میں شوخ کے عالم بناؤ کا
تصویر بن رہی تھی لٹا سر سے تا بہ تھا
اس دم بندھی تھی اس کی غضب آن کر پو
کافر کھڑی ہوئی تھی عجب عجب بن بنا
اک ہاتھ میں لے آئیے اک ہاتھ میں چھری

نظیر

۱۸۔ خوشی کی پری

فجر ہوئے تے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
پرچہ پائیں کون ہو بولی کہ وہ میں ہوں غافل
دی و وہیں آ کے خوشی نے دہل پر د
نہ لگے شوق میں جس کی کبھو شائق کی لپک
زندگانی کی حلاوت ہی جہاں میں مجھ تک
پھر خدا جانے نہ ن کب تجھ کو کھلائی فلک
سر سے لے غرق جواہر میں ہو وہ پاؤں تک
جس طرح ایک کھلونے پہ ہیش و باک
مستعد قطرہ بشنم کہ پڑے گل سے ٹپک
کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کی جاتی تھی دہک
مسی آلودہ لب! خگر تھے تہ تھا ستر

سلک گوہرے صفہ ادا می ان انتہی سے برق در یوزہ کرے موج تبسم کی چمک
 قامت ایسا ہو کہ ہنگام خرام اس کے اگر
 آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

جلد ۲

ناگہ اس شمع نے مجھ سے یہ کہا اے سودا
 اب تو شیشہ ہے اندوہ کا پتھر سے پٹک
 یہ کوئی طرز ہی رہنے کا زمیں پر ناداں
 یہ کوئی طور ہی جینے کا ترے زیر فلک
 نہ کبھی گھر میں ترے پاؤں میں ہوئے دیکھا
 نہ ترے در پہ سنی آئے پکھاج کی گمک
 آج وہ دن ہو کہ جس گھر میں تو دیکھے اس میں
 کہیں ہوئی ہو بھگت اور کہیں ہو دلک
 یاں تلک شیخ و بہمن ہیں طرب کے مقرو
 دیرین بختی ہو مردنگ حرم میں جو
 سن کے میں نے یہ کہا اس کے اویا نہا
 خیر ہو بات سمجھ کر تو کہ اتنا نہ بہا
 ہو سبب کیونکہ میں اندوہ کی الفت چھوڑا
 کس طرح دوستی غم کروں دل سے منفک
 کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اس نے کہ گر
 سمع میں تیرے یہ فردہ نہیں پہنچا تک

آج اس شخص کی ہو سال گرہ کی شادی

کہ بصورت ہو وہ انسان بہت ہی ملک

سودا

۱۹- موتی

جلد ۴

رہے ہیں اب تو پاس اس شوخ کے شام و سحر موتی
 جہیں پر موتی اور بسیر میں موتی مانگ پر موتی
 ادھر جگنو ادھر کچھ بالیوں میں جلوہ گر موتی
 بھرے ہیں اس پری میں یا روا ب تو سر بسر موتی
 گلے میں کان میں نتھ میں جدھر دیکھو ادھر موتی
 کوئی اس چاند سے ماتھے کے ٹیکے میں اچھلتا ہے
 کوئی بندوں سے مل کر کان کی نرموں میں ملتا ہے
 لپٹ کر دھارگی میں کوئی سینہ پر مچلتا ہے
 کوئی جھکوں میں جمو لے ہو کوئی بالی پہ ملتا ہے
 یہ کچھ لذت ہو جب اپنا چھلے ہیں جگر موتی
 کبھی وہ ناز میں منہں کر جو کچھ باتیں بناتی ہے
 تو اک اک بات میں موتی کو پانی میں بہاتی ہے

اداؤں میں خنچل عجب عالم دکھاتی ہے
 وہ سحر موتیوں کی انگلیوں میں جب پھراتی ہے
 تو صدقے اس کے ہوتے ہیں ٹپے ہر پور پر موتی
 غلط ہے اس لب رنگیں کو برگ گل سے کیا نسبت
 کہ جن کی ہے عقیق اور پتے اور یا قوت کو حسرت
 ادا ہٹ کچھ مٹی کی اور کچھ اس پر پاں کی رنگت
 وہ منہستی ہی تو کھلتا ہے جو اصرار خانہ قدرت
 ادھر لعل اور ادھر نسیم ادھر مرجب اور ادھر موتی
 کبھی جو بال بال اپنے میں وہ موتی پروتی ہے
 نزاکت سے عرق کی بوند بھی مکھڑے کو دھوتی ہے
 بدن بھی موتی سرتا پاؤں سے پہننے بھی موتی ہو
 سراپا موتیوں کا پھر تو اک گچھا وہ ہوتی ہو
 کہ کچھ وہ خشک موتی کچھ پسینے کے وہ ترموتی
 گلے میں اس کے جس دم موتیوں کے ہار ہوتے ہیں
 چمن کے گل سب اس کے وصف میں موتی پڑتے ہیں

نہ تنہا رشک سے قطراتِ شبنم دل میں روتے ہیں

فلک پر دیکھ کر تارے بھی اپنا ہوش کھوتے ہیں

پہن کر جس گھڑی بیٹھے ہو وہ رشکِ قمر موتی

وہ زیور موتیوں کا واہ اور کچھ نن وہ موتی سا

پھر اس پر موتیا کے بار باز و بند اور گجرا

سراپا زیب و زینت ہیں وہ عالمِ دیکھ کر اس کا

جو کہتا ہوں اے ظالم تک اپنا نام تو سبلا

تو نہیں کر مجھ سے یوں کہتی ہو وہ جادو نظر موتی

کڑے پازیب توڑے جس گھڑی آپس میں لڑتے ہیں

تو ہر جھنجھار میں کس کس طرح باہم جھگڑتے ہیں

کسی دل سے بگڑتے ہیں کسی کے جی پہ اڑتے ہیں

کڑے سونے کے کیا موتی بھی اس کو پاؤں لڑتے ہیں

اگر باور نہیں دیکھو ہیں اس کی کفش پر موتی

خفا ہوا ان دنوں کچھ روٹھ بیٹھی ہو جو ہم سے دو

تو اس کے غم میں جو ہم پر گزرتا ہے سو مت پوچھو

چلے آتے ہیں آنسو دل پڑا ہے ہجر میں غش ہو
 وہ دریا موتیوں کا ہم سے روٹھا ہو تو پھر یا رو
 جلد
 بھلا کیوں کر نہ برساوے ہماری چشم تر موتی
 شفق میں اتفاقاً جیسے سورج ڈوب کر کھلے
 ویا ابرِ گلابی میں کہیں بجلی چمک جائے
 بیاں ہو کس طرح سے آہ اس عالم کو کیا کیئے
 تبسم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں انت اس کے
 کسی کے یک بیک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی
 ہیں کیوں کر پر نیرادوں سے بوسوں کے نہ ہوں لئے
 جڑاؤ موتیوں کے اس غزل پروا رئے گئے
 سخن کی کچھ جو اس کے دل میں ہوا الفت لگی رہنے
 نظیر اس ریختہ کو سن وہ ہنس کر یوں لگی کہنے
 اگر ہوئے تو میں دینی تجھے اک تھال بھر موتی
 نظیر

۲۰۔ شوخ چنچل

۵۷

نظر آیا مجھے اک شوخ ایسا نازین چنچل
 کہ جس کی دیکھ کر سچ دہج مراد ہو گیا
 ادبھی چلبلی اور آن میں بھی کچھ عجب جھلسل
 فسو نگرا نکھڑیاں ظالم کی اور جوق لگا کا جل
 کبھی نظیرس لڑائے اور کبھی کٹھری پہ لپٹا
 پڑا درکان میں جھکے گلی میں سچ ہی سہل
 نکائے گلغذائے نوہائے نازین
 دلارے پری شکے بتو شوخ دل آراتے

نظیر

۲۱۔ شوخی افار

عجب چال سے وہ چلی نازین
 کہ مستی میں پاؤں کہیں کا کہیں
 بندہ ہا سر پہ جوڑا پٹری زر و شال
 کمر کی لچک اور منگ کی ہال
 چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی
 کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی

عجب ایک عالم تھا بیباختہ

کہ عالم کا تھا اس سے لیاختہ

میر حسن

۲۲۔ جھپک

خلیہ

آئی تھی اک حور مجھے دیکھ بٹ گئی
دانتوں کے نیچے داب باں چٹ پٹ گئی

آہٹ کو میری تاڑ کے چوکھٹ سی جھٹ چک
جھٹ پٹ وہ بٹ کو اڑ کے پٹ سی چٹ گئی
نظیر

۲۳۔ ادھر آ تو پھول والے

یہ صد کسی کی سن کر کہ یہ ہا بیج ڈالے
وہ زمانہ کم سنی کا وہ بناؤ سادگی کا
وہ ہر رنگ ارغوانی وہ اٹھان پر جوانی
وہ ادا ادا میں سستی وہ حیا حیا میں شوخی
وہ متانت اور کمیں وہ لبان کو کتنی شیریں
وہ مزہ کو تیر آفت وہ نگا ہیں اک قیامت
وہ کھڑے پکڑے تے ہیں ادھر آ تو پھول والے
کہ پڑے ہیں کانوں میں بھی ابھی سادی سادی
وہ شریعتوں میں کہ ہیں میں جی کے لالے
وہ نظر انظر میں جادو جو چاہے سو جگالے
مے نوں بالائے جوبل بروں میں ڈالے
جوادا سی وہ نئی ہی جو چلن میں وہ نرالے

جمع کرنے دیں پریشیاں کہیں کچھری کچھری گیسو
مرے دل کے ہونے کا ہم کو دل لہجے والے
یہی راز دار دل ہیں ہی پڑہ دار دل ہیں
جنہیں جلموں سے دیکھا ابھی ہم نے نرنگا
نہ تو شوق دلربائی نہ تو ذوق خود نمائی
کشش ایسی حسن کی ہو کہ کچھ ہی کھینچنے والے
کوئی شیخ مبتلا ہو کوئی برہمن فدا ہے
کوئی کھینچتا ہو آہیں کوئی کیر رہا ہے نالے
تری شوخیوں کے صدقہ تری اسدا اگر قربا
کہ ترپ ٹپ گئی ہیں حسن کی سننے والے
مرے دل کو ہے یہ حسرت کہ وہ مت الفات
پھر اسی ادا سے کدے ادھر آتو پھو دلی

صَفَدِ مرزا پوری

۲۴۔ ایک صبح کی عبادت گزار

(ایک تصویر کا سراپا)

واہ کیا صبح کا عالم ہے خدا کی قدرت
مہر خاموشی بس اب توڑنے کو ہی خلقت
جھللا کر وہ چھپے جاتے ہیں تاری کچھو
پگئی پھسکی وہ مہتاب کی گہری رنگت
آشیانوں میں چپکنے لگے خوش اوجہ طیو
بے زبانوں کی زباں پر بھی ہو توجہ
سنکھ پھکنے لگے بجنے لگے گھنٹے گھریاں
اٹھی ہر قوم عبادت کو پھر حسبِ عادت

بندہ گئیں لاکھوں صفیں اس کی حضوری کے لئے

وہ سنی جائے لگی بعد ازاں قدامت

جلد

ایسے عالم میں ہر اک معبد عالی کی نو
میز کیا ہو کہ یہ اک رحل ہے قد آدم
پڑھنے والے کا جواز ہو وہ کیونکہ
بھولی بھالی سی ہر اک چینی کی صورت گویا
کس قدر کھلتا ہو اس جسم پہ یہ گون سیاہ
گور ابھرا سادہ چہرہ تو بھوکا سے وہ
کولوں تک آئی ہو اس کٹھنری وہ بال
پتلیاں اٹھی ہوئیں دھیاں میں اوپر کی طرف
لعل رنگیں کا دوپٹا کے ان ہونٹوں کو
جیسے توجہ چمکتا ہوا ایسی ٹھوپی
چاند سا سینہ بھر اجہم جوانی کا یہ جو
وہاں اس وقت ہو معبود کی طاعت کا دھماکا
کنیاں ہاتھوں کی بس رحل کو اوپر کی

سامنے میز کے استاد ہر اک خوش قاسم
ہے کھلی جس پہ کتاب ایک ہے اکر قرأت
موقلم کی نہیں ہے اپنے قلم میں قدرت
ہر فرشتہ کہ پری کیئے کہ حورِ جنت
سینے پہ جھاگ سی جہاں وہ کفوں کی لٹ
جس پہ اک اور بھی معصوم پن کی رنگت
مانگ سے یا کہ نشانے پہ بیاضِ قدرت
چلیں نلیم کی یہ وتیریاں توڑ کے چھت
اب کھلی بات کسی طرح ذرا ہو حرکت
لمبی گردن سے صراحی کے گل کو خجلت
لطف آجائے اگر جھومے یہ سرو قدامت
بات کرنے کے اشارے زباں میں قدرت
انگلیاں جن کی کہ پوسہ ہوئی ہیں ات گت

ایسی صورت پہ بھی خالق کو نہ رحم آئے گا
ایسے بندہ پہ بھی کیونکر نہ کرے گارحمت

جلد

شاعر

۲۵۔ نوشہ کا حمام

ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں
تن نازنیں خم ہوا اس کا کل
پرستار باندھی ہوئے لنگیاں
لگے ملنے اس گلبدن کا بدن
نہانے میں یوں تھی بدن کی دیک
لبوں پر جو پانی پڑا سرسبز
ہوا قطرہ آب یوں چشم بوس
لگا ہوئے ظاہر یہ اعجاز حسن
گیا حوض میں جب شہ بے نظیر
وہ گورا بدن اور بال اس کے تر
عرق آگیا اس کے اندام میں
کہ جس طرح ڈوبے ہو شبنم میں گل
مہ و مہر سے طاش لیکر وہاں
ہوا ڈھڈھا آب سے وہ چین
برسنے میں بجلی کے جیسے چمک
نظر آئے جیسے دو گلبرگ تر
کہ تو پڑے جیسے نرگسچ اوں
ٹپکنے لگا اس سے انداز حسن
پڑا آب میں عکس ماہِ منیر
کہے تو کہ ساون کی شام سحر

جلد ۴

ز میں پرتھا ایک موجہ نور خیز ہوا جب وہ فوارہ ساں آبِ نیر
 زمرّد کے لے ہاتھ میں سنگِ پا کیا خادموں نے وہ آہنگِ پا
 ہنسا کھلکھلا کر گلِ نو بہار لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار
 عجب عالم اس نازنین کا ہوا اثر گدگی کا جیس پر ہوا
 ہنسا اس ادا سے کہ سب منہ شٹے ہو کر جی سے قربان چھوٹے بٹے
 دعائیں لگے دینے بے اختیار کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار
 کہ تیری خوشی ہی سب کی خوشی مبارک تجھے روزِ شب کی خوشی
 نہ آئے کبھی تیری خاطر پہ میل چمکتا ہے یوں فلک کا سہیل
 کیا غسل جیسا اس لطافت کے ساتھ اڑھا کھسلائے اسی ہاتھوں ہاتھ

نہاد دھوکے نکلا وہ گل اس طرح

کہ بدلی سے نکلے ہی مہ جس طرح

میر حسن

۴۶- سہرا

خوش ہوا بے بخت کہ ہی آج تری سہرا باندھا شہزادی جو ان بخت کے سپر سہرا
 کیا ہی اس چاند سے کھڑی پہ بھلا لگتا ہی ہی تھے حسن دل افروز کا زیور سہرا

سریہ چڑھنا تجھے پھبتا ہی پرای طرف کلا
مجھ کو ڈر ہی کہ نہ چھینے ترانہ سہرا
ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی
ور نہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا
سات دریا کے فراہم کئے ہونگے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گزر بھر سہرا
رخ پہ دولہا کے جو گرمی سے پسینہ پکا
ہی رگ ابر گہ بار سہرا سہرا
یہ بھی اک بڑا دبی تھی کہ قبا سو بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا
جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہیں ہی اک چیز
چاہئے پھولوں کا بھی ایک مکر سہرا
جبکہ اپنے میں سماوین خوشی کے ماے
گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا
رخ روشن کی دمک گوہر غلطاں کی چمک
کیون دکھلاؤ فروغِ مہ و اخت سہرا
تار ریشم کا نہیں ہی یہ رگ ابر بار
لائے گا تاب گرا نیاری گوہر سہرا

ہم سخن فہم میں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہری سے کدی کوئی بہتر سہرا
غالب

۲۷ - سہرا

اے جوانِ نخت مبارک تجھے سر سہرا
آج ہی میں سعادت کا ترے سر سہرا
آج وہ دن ہی کہ لائے درانم سے فلک
کشتی زر میں مہ نو کی لگا کر سہرا

تابش حسن سے مانند شمع خوشید
وہ کے صلِ غنی یہ کہے سبحان اللہ
تابنی اور بنے میں رہے اخلاص ہم
دھوم ہو گلشن آفاق میں اس سہریلی
روئے فرخ پہ جو ہیں تیری برستی انوار
ایک کو ایک پہ تڑپیں ہر دم آرائش
اک گہر بھی نہیں صد کان گہر میں چھوڑا
پھرتی خوشبو سی ہر اترائی ہوئی باد بہا
سر پہ طرہ ہی فرین تو گلے میں مٹی
رو نمائی میں تجھے لے مہ خوشبند فلک
کثرتِ تارِ نظر سے ہی تماشائیوں کے
دُرِ خوش آبِ حصا میں سے بنا کر لایا

رخِ پُر نور پہ ہی تیرے منور سہرا
دیکھ کھڑے پہ جو تیرے مہ اختر سہرا
گو نہ تھے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا
گاہیں مرغانِ نوا سنج نہ کیوں کر سہرا
تارِ بارش سے بنا ایک سہرا
سر پہ دستار ہی دستار کے اوپر سہرا
تیرا بنوایا ہی لے لے کہ جو گوہر سہرا
اللہ اللہ لے پھولوں کا مہ سہرا
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہی تو منہ پر سہرا
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا
دمِ نظارہ ترے روئے کو پر سہرا
واسطے تیرے تراذوقِ ثنا کر سہرا

جس کو دعویٰ ہی سخن کا یہ سنا دواس کو
دیکھا اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

۲۸۔ شادی کی دھوم

جلد ۲

بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز
 محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
 کوئی دوڑ گھوڑے کو لائے لگا
 سپر اور قبضے کھڑکنے لگے
 ٹکڑے وہ نوبت کے اور ان کے بعد
 وہ رستہ جو روشن چراغاں ہو کر
 براتی ادھر اور ادھر جوق جوق
 وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ
 دو رستہ برابر برابر وہ تخت
 اناروں کا دغنا بھینپی کا زور
 وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
 جب آئی وہ دہن کے گھر پر پرت
 بلوریں دھرے شمعداں بے شمار
 چڑھا بیاسہنے وہ مہ شب فروز
 بجے شادی دینے ہم ایک بار
 کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
 سواروں کے گھوڑے بٹھرنے لگے
 گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
 تینگے خوشی سے غزلخواں ہوئے
 وہ آواز سنا وہ آواز بوق
 کہے تو کہ تنکے کے اوجھل ہپاڑ
 کسی پر کنول اور کسی پر درخت
 ستاروں کا چھٹا پٹاخوں کا شو
 ہر اک رنگ کی جس سے دنی ہا
 کون واں کے عالم کی کیا تجھ سی بات
 چڑھیں تیاں موم کی چسپا چار

نئے رنگ کے اور نئے طور کے دھڑے ہر طرف جھاڑ بلور کے
 تاشائیوں کی یہ کثرت کہ بس ملے ایک سے ایک سب پیش دس
 وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھا برابر رفیقوں کا آ بیٹھا
 ہوا جب نکاح اور بے ہار پان پلاسب کو شربت دیئے ہار پان
 وہ سب ہو چکے جب کہ رسم رسوم سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
 سحر کا وہ ہونا وہ ٹوٹنے کا وقت وہ دلہن کی رخصت وہ وڑی کا وقت
 وہ دلہن کا رو رو کے ہونا جدا وہ ماں باپ کا اور رونا جدا
 نکلتے وہ جانا محل سے جیسے کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز
 یہاں موت ہی اہل عرفان کو کہ جانا ہی اک دن یونہی جاں کو

وہ جو درد مندی سے ہیں آشنا

وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا

میر حسن

۲۹- جلوں

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم
 برابر برابر کھڑے تھے سوار ہزاروں ہی تھیں ہاتھیوں کی قطار

سنہری روپہلی وہ عماریاں شبِ روز کی سی طرح دریاں
 چمکتے ہوئے بادے کے نشاں سواروں کی غٹ اور بانوں کی کٹیاں
 ہزاروں ہی اطراف میں پانکی جھلابور کی جگمگی ناکی
 کناروں کی زربفت کی کرتیاں اور ان کے دڑپاؤں کی پھرتیاں
 بندھی پگڑیاں طاش کے سرو پر چکا چوند میں جس سے آوی نظر
 وہ ہاتھوں میں سونے کے موڑ گڑی جھلک جن کی ہر ہر قدم پر پٹری
 وہ ماہی مراتب و تخت و اداں وہ نوبت کہ دولہا کا جیسو سہاں
 وہ شہنایوں کی صدا خوشما سہانی وہ نوبت کی دھیمی صدا
 وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی قدم با قدم بالباس زری
 بجاتے ہوئے شادیاں تمام چلے آگے آگے لے شاد کام
 سوار اور پیادے صغیر اور کبیر جلو میں تمامی امیر اور وزیر
 وہ نذریں کہ جس جس نے ٹھٹھانیاں شہ شہزادی کو گزرا نیاں
 ہوئے حکم سے شاہ کے پھوار چلے سب قرینے سی باندھ قطا
 سجے اور سجاے سبھی خاص و عام لباس زری میں لمبتس تمام
 طرق کے طرق اور پستے کے پستے کچھ ایدھر اُدھر کچھ ورے کچھ پستے

جلد

وہ نیلوں کی اور میگنڈسبر کی نسا
 چلے پایہ تخت ہو کے قریب
 سواری کے آگے پڑا ہمام
 نقیب اور جلودار اور چوہد
 اسی اپنے معمول و دستور سے
 یلا نوجوانوں بڑے جاسیو
 بڑھ جائے آگے سے چلتے قدم
 غرض اس طرح سے سواری چلی
 تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
 لگا قلعہ سے شہر کی حد تک
 کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
 رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
 ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو ڈرون
 لگا بچ سے تا خیف و ضعیف
 نظر جس کو آیا وہ ماہ تمام
 چھلکتے وہ متعیش کے سائبان
 بدستور شاہانہ نپتی جریب
 لئے سونے رپے کے عاصی تمام
 یہ آپس میں کہتے تھے ہم بکار
 ادب سے تفاوت سے اور دور سے
 دو جانب سے باگیں لئے آئیو
 بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
 کہے تو کہ باد بہاری چلی
 کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی ہجوم
 دکانوں پہ تھی باد لے کی جھلک
 ہوا چوک کا لطف داں چار چند
 گزرتی تھی رُک رُک کر ہر جا نگاہ
 ہر اک سطح تھی جو زمین چمن
 تماشے کو نکلے وضع و شریف
 کیا اس نے جھک جھک کے سلام

دعا شاہ کو دی کہ بارِ الہ
سدا یہ سلامت رہی مہر و ماہ

جلد

میر حسن

۳۔ شادی کی دھوم

| | |
|--------------------------------|------------------------------|
| وہ جیفہ وہ سر پہنچ جو ہر نگار | عدو کو یہ اختر ہی دنبالہ دار |
| نہ الماس کے تلمکے کا ہے ظہور | گرہ ہو رہا ہے تجلی کا نور |
| وہ بازو پہ کیا نور تن جلوہ گر | کئی رنگ کے پھول اک شاخ پر |
| مگر بندیں تلمکے لعل تاب | شفق رنگ نصف النہار آفتاب |
| دلوں میں ہیں یہ کس کی شادی چاؤ | کہ ہو شاہدان چین کا بناؤ |
| رکھ آئینہ آب کو رو برو | سنو رتا ہی سرو لب آب جو |
| ہر اک سو عجب ہیں خوش اندازیاں | حلے سازیاں حلہ پروازیاں |
| ہر اک برج پر روشنی کا عروج | زیر آسمانِ ارضات البروج |
| فلک پر تھی دو دچراغاں کو راہ | لگا لینے کا حل سکوں پہ ماہ |
| مچا شادیاں نوں کا غل تا فلک | گئے بھول تبیح خوانی ملک |

جلد ۴

یہ ہر ایک شہنا سے آئی صدا کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا
کرے فیض کا تجھ سے وہ اکتساب کہ نوشتہ ہومہ اور تو آفتاب
رہے ساز تا دست ناہیدیں شبابہت ہی تا جام خورشیدیں
تری بزم میں جام ہو روز و شب
مے عیش اور نغمہ ہا کُر طرب

ممنون

اس شادی کی دھوم

ہے جہاں کہیں تماشا گاہ آصف الدولہ کا رچا ہوا ہیاہ
نئے سرے جواں ہوا ہی جہاں عیش و عشرت کے محو خور و کلال
ہر طرف شہر میں ہو آرائش رہڑاں کی نہیں ہو گنجائش
ماہ سے ماہ تباہ کی ہو طرح کس سے ہو لطف و شنی کی شرح
شب شادی کی دھوم کی کیا بات روز و شن بھی و شنی سے رات
دو طرف چھوٹے جو ٹینگے انار راہ درستے ہو کج ہیں باغ و بہار
کیا ستاروں کا چھوٹنا کیئے آسماں کی طرف ہی تک رہئے

کاغذیں باغ کیا تماشا ہی
پھول کترائے گل تر اشا ہی

ہے سواری کے فیل کی ڈھوا
آئے دولت سرا سے ہو کے سوا
اک مہابت کے ساتھ فیل نشان
اور ہاتھی میں جھوٹے جاتے
پلٹیں جاتی ہیں برابر یوں
یال بستہ کاب میں ہیں سرنگ
خوش سواری خوش جلو خوش راہ
گردنوں میں پڑیں حائل گل
تھے پیریزاد چھڑے اڑ جاویں
نوبتی اب طبیعتوں کو رجھاؤ
چوب نقارے پر لگا اس ڈھب
ایک دوس بجاے جاؤ یونہیں
پھینکتے ہیں جو دستہ دستہ گل

جیسے ابر بہار آئے جھوم
لعل ناب نگہ میں صرف تلاء
آگے مانند کوہ زر کے دلاں
جیسے آویں جوان مردہ ماتے
صف ہو مرگان لبروں کی بول
جن کے دیکھ کیت چرخ ہی رنگ
باگ اُچکے تو پھرنے ٹھیرے نگاہ
ہے جلو میں بصد شائل گل
آنکھ پھیرو تو کل سے مڑ جاویں
چل سواری کا ٹک اصول بجاؤ
کہ رکیں گوش اس صدا پر ب
دل کش آواز گائے جاؤ یونہیں
رہ گزر میں ہی رستہ رستہ گل

ہو مبارک یہ جشن خوش انجام
دور گردوں بکام عیش و کام

میر

۳۲۔ جلوں

| | |
|-------------------------------|-----------------------------|
| چل سواری کا سیر بھی ہے بڑا | ایک عالم ہے دونوں سستے کھڑا |
| جل زلفیت پوش نین نشان | کوہ زرسا ہے پیش پیش رواں |
| گل کی پاکھڑ پڑی ہوئی یک بار | ہاتھی آیا بزرنگ ابر بہار |
| زری پوشوں کا پیش و پس انبوه | اللہ اندری ان کی شان شکوہ |
| قور میں کتنے سونے کے سے ہاڑ | آگے روپے کی روشنی کے جھاڑ |
| موتی کرتے تھے ہر طرف سے قنار | تھا مگر فیل ابر گوہر بار |
| ہیں جلوں زمینیاں حاضر | جاہ کے آسمانیاں ناظر |
| عمدہ سب ساتھ ہیں زیر سمیت | شاعراں مدح خوان میر سمیت |
| تازی ترکی عراقی و عربی | کوئل آگے تھے خوشن جلوں بھی |
| رہن رکھ لو جہاں کہ منہ کے نرم | چھپڑے بادِ سموم سے ہوں گرم |

روشنی بھی ہے کوئی ہنگامہ
سیر میں گرم ہو گیا جامہ
شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن
زور پھولا ہے کاغذیں گلشن
توپیں کیا ڈھالیں ہیں ستاروں کی
کھوئی رونق فلک کے تاڑوں کی
چھوٹے ہیں انار و مہتابی
رنگ ہیں دلیروں کے مہتابی
ماہ بھی چشم روشنی کے لکڑ
ہے چراغاں ستارگاں سے کٹڑ

میر

۳۳۔ بہارِ آتش بازی

اندھیرا گیا غرب میں شام کا
ہوا دور اب بدر کے جام کا
وہ مہتاب سے پھول جھڑنے لگے
زبردہ یہ الماس جھڑنے لگے
شب ماہ جلوہ دکھانے لگی
زمانے پیریت سی چھاؤ لگی
لب جو نظر آئی ایک بار گاہ
فلک قدر کیواں حشم عرش گاہ
منقش سراپندہ بزمِ فام
جواہر نگار و مطلقا تمام
لب جو ہی سر و چراغاں کا باغ
کنائے کنائے منور چراغ

جلد

فروزاں ہیں متابیاں اس قدر کہ غالب ہے نوراں کا متاب پر
وہ لڑوں میں عکس تجلی کی ضو لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی لو
ہوائی کا گرد وں پہ ہچھوٹا کرن کا وہ متاب کی پھوٹنا
وہ چرخ کا چرخ اور بانوں کا توڑ وہ جھاڑوں کا چکر وہ دریا کا موڑ
وہ ہتھ پھول فرشتی وہ فرشتی انار وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار
یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ بن کھلے چاندنی پر چمن کے چمن
مسالا بھرا ان میں وہ کلفشا دھوئیں کا نہیں نام کو بھی نشان
ابھی تک حکمتے ہیں گل جا بجا ذرا بھی نہ چادر کو دھبہ لگا
غبارے وہ دوبے ہوئے سرسبز ستارے بنے دیکھے چرخ پر

پر زیادہ گل چہرہ اور تنک حور

ادب سے کھڑے ہیں قریب اور دور

بے نظیر

۳۲ چراغاں

عجب ہے کی روشنی صد عجب کہ دیں چھوڑنا دیں دیئے بھر کے سب
جدا ہوویں تو غنیہ غنیہ چراغ ملے جیسے عاشق کی چپاتی کے داغ

ورے روشنی شعلہ انگینہ نذر
جلکہ ہوئیں کشتیاں کچھ دے سے پہرے
چراغوں سے موجوں کے کوچ بھیے
جبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب
جبابی تھا آئینہ سب سطح آب
نذر ارچرخ پرانم تھی شب
دیوں سے دھپھلا دپانی کاشب
غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ
لگا دی ہے گویا کہ پانی میں آگ

میر

۳۵۔ بہار روشنی

روشن اولہ نے کی تھی روشنی
وہ چراغاں گرچہ تھے درگاہ تک
راہ میں ترپو لے لے مینا رتھے
ایک عالم دیکھتا تھا دوسرے
کب ہوئی تھی لیکن ایسی روشنی
تھے تماشا کی گداؤ شاہ تک
روشنی کے کوچہ بازار تھے
رات دن تھی روشنی کے نور سے
دیکھو تو ہر جنس کا آدم ہریاں
سحر کرتے تھے کہ صورت بازیاں
اب تو نہفت اقلیم کا عالم ہریاں
کیسی کیسی دیکھیں شکلیں تازیاں

جلد

ہاتھی آئے کوہ پیکر کیا بنے
 جیسے مدھ ماتے جواں ہوں لسنے
 ٹٹیاں دریا کے بازو میں دھڑ
 کیا چراغاں آسماں کی ہو طرف
 تھا جہاں تک آب دریا کا بہاؤ
 داں تک تھا اسچ انماں کا دکھاؤ
 ان دیوں کے عکس دریا کا آب
 آئینے کی سطح کی رکھتا تھا تاب
 کشتیوں میں جو دیئے بھر کر چلے
 پانی میں شعلوں کے یلے ہی چلے
 دیکھے جاتے تھے چراغاں آب میں
 شعلے تھے لہروں کے سچ و تاب میں
 منعکس تھے جو چراغاں تک
 گنج چھوٹے ایک سرورن تھجھا
 اس دش سے تھے ستار چھوٹے
 ہر دو جانب چن گئے ماری انار
 اہتا بی اک طرف سے جو دغی
 متصل تو ہیں ستاروں کی نہیں
 چاند سا نکلا ہوئے حیراں سبھی
 دیکھیاں کیا کیا نہ شعلہ خیزیاں
 لوگوں کی آنکھیں فلک سے جا لگیں
 نذر کو نواب کی اہل فرنگ
 تھی ہوا میں سے ستارہ ریزیاں
 لیکے آتش بازی آئے رنگ رنگ
 پھیلتے تارے آسماں میں بے شمار
 پھیلتے تارے آسماں میں بے شمار

عرصہ گلرزی سے گلشن ہو گیا چرخ ان تاروں سے روشن ہو گیا
گرم کچھ ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا
اس روش کی دھوم کا اڑھم نہ

جلد

میر

۳۶۔ آرائش ایوان

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| ہوئے جلوہ گر آ کے ایوان میں | اسی طرح وہ سب کے سب آن میں |
| سربام پہنچا وہ شاہ جہاں | غرض دیکھتا بھالتا ہر مکاں |
| نگاہیں پھلتی ہیں دیوار پر | تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قد |
| ہراک وضع کے آئینے بے قیاس | کنول جھاڑ فانوس بانڈی گلاس |
| جہاں کی طرح سارا کمرہ سجا | لگے ہیں قرینے سے سب جا بجا |
| تختی ہراک شمع میں نور کی | چڑ ہیں بتیاں مشک کا نور کی |
| مہیا ہراک سارے عیش و طرب | نبت منقش دروہام سب |
| اسی جا کیا خاصہ بھی نوش جاں | جوش کو پسند آ گیا وہ مکاں |
| ہم رسم و حرف و حکایت ہی | وہیں دیر تک گرم صحبت رہی |

جلد

فراغت ہوئی جشنِ راحت جیسے جب
زرا دیر کو سو رہے سب کے سب

بے نظیر

۳۷- خواب گاہ

وہ پھولوں کی خوشبو وہ شہرِ لنگ
جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ
سراسر اچھے زری باف کے
کہ تھے رشک آئینہ صاف کے
کھنچی چادر اک اس پیشینہ کی
کہ ہو چاندنی جس صفا کا غلاف
کسے اس پہ کس نے وہ نقش کے
کہ جھبوں میں تھے جن کے موتی ٹکے

دھرے اس پہ تیکے کٹی نرم نرم
کہ غل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم
میر حسن

۳۸- عروس

پرستاروں نے یہ اُس کو بنایا
جہاں میں حورِ جنت کر دکھایا
عجب صورت کی بالوں میں گھٹی
کہ بکھرا دیکھ کر ہر ایک کا جی

لیٹ آئی جو یوں زلفوں کی کیار
 ہوئی کافور بوئے مشک تار
 کجھوری گوندمی وہ پاکیزہ چوٹی
 کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی
 جب اس کی موتیوں سے لپکتی
 فلک نے کھکشاں قربان کر دی
 جو ٹیکا اس کے ماتھے پر لگایا
 قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا
 برنگ ہوتا باں تھا جو چہرہ
 ہوتا رُشعا عی منہ پہ سہرہ
 وہ آنکھیں بند کرنا بھی ادا تھی
 حق فرگاں میں پوشیدہ جیاتی
 جب اس کے کان میں پہنایا ہمکا
 پر لٹیاں ہو گیا عقد ثریا
 پنکرتھ خوشی سے رنگ دکا
 وہ مکھڑا چاند سا گھونگھٹ میں چمکا
 مسی الودہ دندان پیارے پیارے
 چمکتے تھے شب یلدا میں تارے
 مسی ملکر جب اس نے پان کھایا
 یہ مطلع پڑھ کے ناسخ کا سنایا
 مسی مالیدہ لب پر رنگ پان
 تماشہ ہی تہ آتش دھواں
 بنایا خال کا جل سے ذفن پر
 عجب جو بن تھا اس شک قمر
 چڑھی منہ پر دھن کے ایسی شیریں
 گلیں میں پہنا جب موتی کا مالا
 کہ پھکی پڑ گئی نظروں میں شیریں
 اگر ہاتھوں میں ہیرے کے کڑے تھے
 بنات النش کو حیرت میں ڈالا
 زرخاں کے زیب پا چڑے تھے

جلد

بہت اس کے سوا بھی اور گنا
مناسب جس جگہ تھا اس نے پہنا

میر حسن

۳۹ عروس خواب

سو گیا بالمش پہ سر رکھ کر دم فلک
الچھے سلجھے بال مستانہ ادا بتوالی چا
نہی نہی انگلیاں تیلی کمر بوٹا سا قد
گوری گوری ساق پیچھے پیاری پیاری
نہے نہے دانت یکلیاں موتیا کی خوشنما
تھے لب رنگیں پہ مٹی کی ادا ہنکشتا
دوش پر زرخش ردا چہرے پہ ریزہ نقا
لب میں تھی جان پوری آنکھوں میں مری
رخ کے افشاں کا عجب عالم تحیر خیر تھا
دست قدرت نے بنائی تھی عجب لہذا

ناگہاں آئی نظر اک لعبت سیسی بدن
ٹیکھی چتون گوئے گوری کال چھوٹا بدن
اس پہ سونے میں سہاگہ جامہ سیسی کی چین
قد چھریا جسم سانچے میں ڈھلا: مارکٹن
پتلے پتلے نرم و نازک ہونٹ برگ سمن
اوڑے اوڑے فالسوں کا تھا شگفتہ اک چین
سیم قامت سیمبر سیسی بدن سیمی ذوق
قد میں تھی فتنہ گری رفا میں تھا بانگین
دن میں آتی تھی نظاروں بھری اک انجمن
کس دیا گویا کسوٹی پر تھا کندن سا بدن

گوئے گوری ہاتھوں میں تھیں دھانی چوپڑی
 پیائے پیائے بازوؤں میں لگی لگی نورتن
 جلد بھینی بھینی بس کہ آتی تھی تن نازک سے بو
 صانع قدرت نے ضد لک بنایا تھا بدن
 کیا کہوں اس نازنین کا عالم حسن شباب
 پھوٹ نکلتی تھی جوانی بن کے سورج کی لڑ
 اک نمونہ تھی یہ قدرت کا کافر الغرض
 بھولی بھولی شکل تھی اور گور گور تھا بدن

جب نظر اس دھج سے آئی دُعوں میں ملتا
 لیکنی دل کو اڑا کر صاف گھونگھٹ کی تھیں

سرخ رچاں بادی

۴۰۔ مفلس کے گھر شادی

مفلس جو بیاہ مٹی کا کرتا ہے بول بول
 پیسا کہاں جو جا کے وہ لاوی جنیر مول
 جو وکا وہ گلا ہے کہ ہو جیسے پھوٹا ڈھول
 گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہے ٹھٹھول
 مہیت تمام اس کی اٹھاتی ہے مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہوئے تو بھائی نہ ساتھی ہے
 نے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہے
 ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھو جاتی ہے
 بیٹا بنا ہے دولہ تو باوا براتی ہے
 مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

گر بیاہ کر چلا ہی سحر کو تو یہ بلا
شہد از نا نا میجر اور بھاٹ منڈ چڑا
گھیرے بنے اسے چلے جاتی ہیں جا بجا
وہ آگے آگے لڑتا ہوا جاتا ہے چلا

اور پیچھے تھپڑیوں کو بجاتی ہے مفلسی

دروازے پر زنا نے بجاتے ہیں تالیاں
اور گھر میں مٹی ڈونسی دیتی ہیں گالیاں
بالن گئے کی ہار ہو دوڑے لے ڈالیا
سفقہ ٹھرا سنا تا ہی باتیں ڈالیاں
یہ خواری یہ خرابی دکھاتی ہے مفلسی

نظیر

۴۔ غریب بی بی

ایک مشفق میں ہمارے مہربا
ناگماں اک روز ہم سے مل گئے
جب ہوئی آپس میں ہمارا وڑھ دچا
دیکھتا کیا ہوں کہ عالم اور ہی
خوبصورت خوب سیرت نوجوا
دیکھتے ہی شکل جوں گل کھل گئے
آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
گرد و رخساروں کے خط کا دور
چہرہ مسوں سے ہی سارا بدنا
رنگ منہ کا اڑ گیا جیسے ہما
ہو گیا اک مرتبہ ہی ہنرنگ
جیسے آئینے کو کھا جاتا ہے رنگ

کہنے لاگا ذکر اس کا مت چلا
 سینے آوازہ دہل کو دور سے
 میں نے دیکھا تو یہ ہر مرم کشی
 ہم کو جو دن تھا سور و زعید تھا
 زندگانی ہو گئی ہر جی پہ شاق
 آسمان سے پڑ گئی ہر مجھ پہ اس
 پر یہ صورت ہی تو اکدم ہم نہیں
 شکل و صورت اس کی پھر کیا تھا
 جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی
 چاند کو لگتا ہی جیسے کہ گہن
 رات اور دن ہی مری یہ ہی دعا
 ایسا تیا ہو جو بیاہ اب پھر کرے
 ہو چکا قصے سے اُس کے آشنا
 کو نساے یار یہ مذکور ہے
 کوئی روئے خوب ہی اور کوئی رشت

تب کہا میں یار یہ کیا ہے بلا
 چپ ہی بہتر ہے کچھ اس مذکور سے
 بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہی خوشی
 جب تلک اک عالم تجرید تھا
 کتھڑائی کا ہی جب سے اتفاق
 دوست دشمن کا نہیں کچھ اس میں
 اپنی صورت کا تو اتنا غم نہیں
 جو کوئی آٹھوں پر غمناک ہو
 آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی
 بیاہ کی تھی رات مجھ پر یوں کٹھن
 جب سے ہوں میں اسن بلا میں تہلا
 یہ تو جلدی سے کہیں یار بمرے
 سن چکا جب اس سے میں یہ جبرا
 تب کہا میں عقل سے یہ دور ہے
 جب سے دنیا میں ہی انساں کی سر

جند

مائی کی صورت بنا فے ہی کہا ر
 بس ہی کیا لازم کہ صورت غیب ہو
 جس کو حبس کچھ بنایا بن گیا
 دیکھ بد صورت کو مت ہنس کھکھلا
 جس کو دیکھا ہم نے سو معیوب
 گنج خوبی مار سے خالی نہیں
 چاند کو کیسا دیا حق نے شرف
 صوت اور سیرت کا با ہم اتفاق
 خوب و اکثر ہیں اپنے مہرباں
 آشنا سیرت سے ہو جئے سیری جاں
 کرا سی سے تو قیاس لے میری یا
 اب ترا وہ رنگ و روغن ہے کہا
 کھئے صورت کا بس کیا اعتبار
 آدمی کو چاہئے وارستگی
 زندگانی کا نہ وجب اعتبار
 کوئی بد صورت کوئی ہی تاجدار
 آدمی جو ہو سواک محبوب ہو
 شکل انساں میں جو آیا بن گیا
 اس میں ہو جاتا ہے صانع کا گلا
 فارغ اس سے اک وہی مجھوٹ
 دامن گل خار سے خالی نہیں
 لگ گیا ہی ساتھ اس کے بھکھ
 ایسا ہوتا ہی بہت کم اتفاق
 لیک بد باطن ہیں اور وہ بدگلاں
 صورت ظاہر تو ہی یہ کوئی آں
 کوئی دن تھی آہ تجھ پر کیا بساں
 وہ تری صورت وہ جو بن ہی کہا
 کوئی دن ہی یہ بھی جوں فصل بہار
 صورت بانی سے کیا دل بستگی
 شکل و صورت کا تو کیا اعتبار

۴۲- خادمہ

اتنے میں گھر سے نکلی اک عورت
سا نولا رنگ چلبلی صورت
لال نیفا ازار بند بڑا
بچھا اک کنبیوں کا اس میں پڑا
کھیلتی ہنستی کھلکھلاتی ہوئی
آنکھ ایک ایک سے ملاتی ہوئی
آنکھ ایک ایک پر گھلاوٹ کی
بات ایک ایک سے لگاوٹ کی
حسن کے دن جوانی زوڑوں پر
رات کی باسی ہندی پوٹوں پر

یہاں ٹھیری کبھی وہاں ٹھیری

دود و منہ ہنس لئے جہاں ٹھیری

مرزا شوق

۴۳- ماما

اتنے میں آدمی نے دی خیر
اک سواری کھڑی ہو ڈیوٹی پر
آئی ماما بھی ایک ہی ہمراہ
کتی چالاک ہو خدا کی نپاہ
پوچھتی آئی ہے یہاں تک گھر
ہاتھ رکھے کھڑی ہو کو لے پر

اپنے سایہ سے بھی بھرتی ہو بوٹی بوٹی ٹپری پھٹکتی ہو
 شرم ہو آنکھ میں نہ دل میں خطر پھبتیاں کہہ ہی ہو اک اک پر
 ہنسی ٹٹھا جگت ضلع میں طاق چل رہی ہو زباں تڑاق تڑاق
 کھڑی اک اک کاٹنہ چڑاتی ہو ہنسنے دیتی ہے بوٹی جاتی ہو
 چوٹی لپٹی ہو باسی ہاؤس سے لڑ رہی ہیں جگت کہاؤں سے
 راستے والے جو گزرتے ہیں
 سن کے کانوں پہ ہاتھ دے رہے ہیں

مرزا شوق

۴۴۔ عید گاہ اکبر آباد

ہو دھوم آج مدرسہ و خانقاہیں تانتے بندھ رہی ہیں مسجد جامع کی راہ میں
 گلشن سے کھل رہی ہیں ہر اک کچ کلاہیں سو سو چین جھکتے ہیں اک اک نگاہ میں
 کیا کیا فرے ہیں عید کے آج عید گاہ میں
 جھکا ہو ہر طرف کو جو آباد لازری پوشاک میں جھکتے ہیں سب تن فنی فنی
 گھر و چلتے پھرتے ہیں چن ماہ و شتری ہی سب کے عید عید کی دل میں خوشی بھری

کیا کیا فرے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

جلد آتے ہیں گھر سے اپنی جو بن کے کچ کلاہ
صبحِ چمن ہے جتنی ہی سب صبحِ عید گاہ
چھاتی سے لپٹے جاتی ہیں مہن مہن کر خواہ خواہ
دل باغِ نسب کے ہوتے ہیں فرحتِ واہ واہ

کیا کیا فرے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

کچھ بھیڑ سی ہی بھیڑ کہ سجد و بے شمار
خلقت کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں ندے ہر طرف مار
ہاتھی و گھوڑی ہل و رتھ اونٹ کی قطار
غل شور بلے بھول کھلونوں کی ہر کار

کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

پنہ پھے ہیں شوخ کرے اور ہنسیاں
پھولوں کی پڑیوں میں ہیں شاخیں اڑس لیاں
کمریں سبھوں نے ملنے کی خاطر ہیں کسلیاں
ملتے ہیں یوں کہ چھاتی کے کٹر کو ہیں سپلیاں

کیا کیا فرے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

آتے ہیں ملتے ملتے جو عاجز پری رھاں
دیتے ہیں ملنے والوں کو گہرے گالیاں
تسپ بھی پٹے جاتے ہیں جس گڑبگھیاں
دامن کے نکرے اُٹتے ہیں ہشتی ہیچ لیاں

کیا کیا منے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

ہیں ملتے ملتے تن جو پسینوں میں تر تر
ملنے کے ڈر سے پھر تو ہیں جھپٹے اوڑھ
چھپتے پھرے ہیں لوگ بھی جاتے ہیں جدھر
ٹٹھا ہنسی وہ سیر تا شے جدھر مدھر

کیا کیا مئے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

ہیں کرتے وصل شہر کے سب غم کو بیر
ادنیٰ غریب امیر سے لے شاہ تا وزیر
ہر دم گلے لپٹ کے مئے یا ڈل پذیر
ہنس ہنس کے مجھ سے کتا ہی کیوں میان ^{نظیر}

کیا کیا مئے ہیں عید کے آج عید گاہ میں

نظیر

۴۵۔ عید کی دھوم

| | |
|---------------------------------|-------------------------------|
| شفق میں سرِ بام چرخ کن | ابھی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن |
| بسیروں کو جانے لگے وہ طیور | اندھیرا بھی چھانے لگا دو درور |
| کھڑے ہیں وہ کوٹھوں پر بابت | لگائے ہوئے آنکھ پر دور ہیں |
| افق کی طرف غور سے بار بار | نظر کر رہا ہے ہر اک سوزہ دار |
| چڑھے تھے فسیلوں نے حمدِ اہل صوم | پکائے خلّاق کو وہ فخرِ قیوم |
| مبارک ہوئے طالبانِ صال | دکھاتا ہی وہ تیغِ ابرو ہلال |
| یہ سن کر ہوئے شاد پیر جوں | مسترت کا ہر سمت چھایا سماں |
| مہ نو ہوا جلوہ گرد ہر میں | وہ بجنے لگیں نوبتیں شہر میں |

سلامی کی آواز آنے لگی شہانے کی دھن کیا جھلنے لگی
ہو افطار کی ہر طرف دھوم دھام اذانوں سے گونج اٹھی بستی تمام
میرہ نو کی خاطر بہت دیر تک بچھائے رہا سرخ اطنس فلک
دکانوں پہ وہ لمپ جلنے لگے ستارے بھی دواک نکلنے لگے
میرہ نو کی کشتی پہ ہو کر سوار اترنے لگی شام قلم کے پار
فریضے سے فارغ ہوئے پاکباز اٹھائے نگا چرخ بھی جا نماز
مساجد سے گھر کو چلے خاص عام میرہ نو نے جھک کر کیا وہ سلام
وہ پہنچے مکاں پر صغار کبار وہ کھاپی کے فارغ ہوئے روزگار

علیٰ قدر حشیت اہل دول
سجائے لگے اپنی اپنی محل

بے نظیر

۴۶۔ عید القطر

ہو عابدوں کو طاعت و تجرید کی خوشی اور زابدوں کو زہد کی تمہید کی خوشی
زندہ عاشقوں کو ہر کئی امید کی خوشی کچھ دلبروں کے وصل کی کچھ دید کی خوشی

جلد ۴

ایسی نہ شب برات نہ بقریہ کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہی اس عید کی خوشی

رنے کی خشکیوں سے جو ہیں زرد زرد گل خوش ہو گئے وہ دیکھتے ہی عید کا ہلال
پوشاکیں تن میں زرد سنہری سفید دل کیا کہ منس رہا ہر پڑا تن کا بال بال

ایسی نہ شب برات نہ بقریہ کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہی اس عید کی خوشی

پچھلے پہر سے اٹھ کے نماز کی دھوم ہے شیر و شکر سویاں پکانے کی دھوم ہے
پیر و جوان کو نعمتیں کھانے کی دھوم ہے لڑکوں کو عید گاہ کے جانے کی دھوم ہے

ایسی نہ شب برات نہ بقریہ کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہی اس عید کی خوشی

محبوب لبروں سے ہی جن کی لگی لگن ان کے گلے سے آن لگا ہی جو نگین
سو سو طرح کے چاؤ سے مل کے تن کتنے کہتے ہیں تم کو عید مبارک ہو جان من

ایسی نہ شب برات نہ بقریہ کی خوشی
جیسی ہر ایک دل میں ہی اس عید کی خوشی

کیا ہی معاف کی محی ہوا لٹ پٹ ملتے ہیں دوڑ دوڑ کے باہم جھپٹ جھپٹ
جلد پھرتے ہیں دلہن کے بھی گلہ میں غٹ غٹ عاشق نمے اڑا تو میں ہر دم لپٹ لپٹ

ایسی نہ شبِ برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک کے دل میں ہی اس عید کی خوشی

رونے کی سختیوں میں نہوئے اگر اسیر تو ایسی عید کی نہ خوشی ہوتی دلپذیر
سب شاد ہیں گدا سے لگا شاہ تا وزیر دیکھ جو ہم نے خوب تو سچ ہی میاں نظیر

ایسی نہ شبِ برات نہ بقرید کی خوشی
جیسی ہر اک کے دل میں ہی اس عید کی خوشی

نظیر

۴۔ عید الفطر میں گڑ بڑ

اچھے رویت میں آگیا ہر خلل رمضان ایک اور عید ڈبل
یعنی اسیس تیس اٹھائیس کیا تو انج میں پڑا ہے بل
آج چکھی کسی نے افطاری کوئی روزے ہی کو گیا ہی نگل
دی کسی نے شہادت کامل کوئی سمجھا اسے کہ ہے یہ زل

جلد

نوبے دن کے گج گیا دھونسہ
خشکی روزہ شدت گری
آج برپا ہو عام جوش و خروش
جا پڑا دیوبند میں پہلے
ایک دن تک وہیں رہا چار
کہیں جھگڑا کہیں لڑائی ہو
کوئی سمجھا رہا ہے ملاجی
گواہوں میں چھپ گیا فتویٰ
بست و منہم کو چاند دیکھ لیا
دیکھ کر اختلاف دنیا کا
کوئی نہ ہی مجھے بتا تو سہی
روزہ داروں میں پڑ گئی لمپٹ
کر رہی ہی دماغ کو مختل
ہوئی آپس میں خوب رد و بدل
چاند کا بھی گیا تھا پاؤں پھسل
سب کی آنکھوں سے ہو گیا اچھل
ایک کو غصہ ایک کو خجھوٹھل
کس لئے کر رہے ہو جنگ جہل
علما کا نہیں ہے اس پہ عمل
خود غلط تھی شہادت اول
یاد آئی ہو مجھ کو ایک مثل
اونٹ سے اونٹ تیری سیٹھی

چاند کے اختلاف نے اب کے

میری عیدی کو کر دیا مہل

اسمعیل

۴۸۔ شبِ برات کا حلوا

جلد

لا جو دینے فاتحہ گھر گھر میں جاتے ہیں حلوا اکسیں کہیں وہ چپاتی اڑتے ہیں
مفس کوئی بلاؤ تو منہ کو چھپاتے ہیں شکر کا حلوا سنتے ہی بس روڑی جاتی ہیں

کہتے ہوئے یہ دل میں ابا ہاری شبِ برات

دنیا کی دولتوں میں جو زردار میں ہے قندوں کے حلوے روغنی نائیں لگو کھر
پہونچاتے خواں پھرتے ہیں لو کر کئی ٹپے زندگی بھی راہ نکلتے ہیں مرے بھی ہیں کھر

ان خوبیوں کی رکھتی ہی طیاری شبِ برات

ٹھلیا چپاتی حلوے کی تو سب میں چال ہے ادنیٰ غریب کے تیئیں یہ بھی محال ہے
کالے سے گڑ کی لٹنی کڑھی کی مثال ہے پانی کی بانڈی گیہوں کی روٹی بھی لال ہے

کرتی ہی ایسی دکھیا پس نہاری شبِ برات

نظیر

۴۹۔ شبِ برات کی آتشبازی

چھوڑی لٹو تو بٹری ہر دم بنا کے جو حاکم کا بیان کہتا ہی یوں تلخ ہو
کپڑے بدن بچا کے جو چاہو سو چھوڑو چھپرہ جلاؤ گے تو دلاؤ گے صبح کو

تم سے چو ترے میں گنگاری شبِ برآ
 گھنچکر اپنی دم میں کہیں حیرت کھاتی ہیں
 ٹوٹے ہوائی سنگ کہیں تہمتا جاتی ہیں
 زمیٹ زمیٹ پٹا خ کہیں غل جاتے ہیں
 لڑکوں کے غول باندھ کہیں لڑتی جاتی ہیں
 کرتی ہی پھر تو ایسی دھواںدھاری شبِ برآ
 آکر کسی کے سر پہ چھو ندر لگی کڑی
 اوپر سے اور ہوائی کی آکر پڑی چھری
 ہو گی گلے کا ہار پٹاخے کی ہر لڑی
 پاؤں سے لپٹی شورچا کر قلم نڑی
 کرتی ہی پھر تو ایسی ستمگاری شبِ برآ
 چہرہ کسی کا جل گیا آنکھیں بھلس گئیں
 چھاتی کسی کی جل گئی باتیں بھلس گئیں
 ٹانگین بچن کسی کی تو رانیں بھلس گئیں
 مونچھیں کسی کی ٹھیک ٹھیک بھلس گئیں
 رکھے کسی کی ڈاڑھی پہ چنگاری شبِ برآ
 کوئی دوستوں کو دل میں سمجھتا ہی اپنے غیر
 کوئی دشمنوں سے دل کا نکالے ہوا پتہ
 کتا ہواں نظیر بھی آتش کی دیکھ سیر
 یارب تو سب کی کیجو برسا بریں کی خیر
 بے طرح کر رہی ہی نموداری شبِ برآ

نظیر

۵۔ محرم کا اکھاڑہ

جلد

میں شاعرانہ روش پر نہیں قصیدہ نگار
کہ اب کے ماہِ محرم کی ساتویں تاریخ
تو دیکھتا ہوں کہ گزری میں ایک اکھاڑہ
ہیں دو حریف مقابل لیئے پھری گنگا
جو اُس نے پاؤں بچایا تو اس نے ستر کا
عجیب ٹھاٹھ نئے پتیرے غضب پھرتی
یہ ایک سادہ گزارش ہی یا اَلو الالبصا
گیا جو گھر سے قضا را بجانب بازار
اور اتنی بھڑکے جس کا نہیں حساب تھا
ہر ایک فن بھگتی میں طاق اور طرار
دکھایا چہرہ تو پہلو پہ جا کیا ہے وا
نر لے ڈھنگ سے کرتب کا کرتے ہیں فلما

چلا ہی ایک سنٹی کا باندھ کر چکر
کھڑا ہی ایک لٹے سیف لڑ رہا ہی گوہار

میں اپنے دل میں لگا کنے کیا حقائق
یکھیل محض نکمّا ہے بلکہ بہودہ
سپہ گری کا یہ فن تھا کسی زمانہ میں
کہاں ہیں اب وہ دلیرانِ صفِ شکن باقی
ہزار سے نہ دیے لاکھ سے نہ منہ موڑا
مٹے ہوئے ہیں جو اس فن پہ یہ خدائی خوا
جو دیکھتا ہی سوہنستا ہی زیر لب ناچا
نہ وہ زمانہ رہا اب نہ صورت پیکار
کہ ان فنوں پہ جو ہوتے تھے جانِ دل تیار
جو ڈٹ گئے کسی میدان میں کھینچ کر تلوا
جو دیکھتا ہی سوہنستا ہی زیر لب ناچا

نہ اب بکیت کو پوچھے کوئی نہ راوت کو نہ تیر ہی نہ کہاں ہی نہ بانٹ ہے نہ کنار
 نہ اس کہاں کی پرستش نہ اس ہنر کی قدر نہ جنگ کا یہ طریقہ رہا نہ یہ مہتیار
 نہ جس میں دین کا ہونا نرد نہ دنیا کا
 تو پاس پھٹکے نہ اس کام کے کوئی ہتیار

۲ سماعیل

۵۲ حضرت سلیم حشتی کا عرس

ہے یہ مجمعِ نگو سرتشی کا ذکر کیا یا گنہ کی زشتی کا
 بحر ہے عارفوں کی کشتی کا فخر ہے حرفِ سرنوشتی کا
 رشک ہے گلشنِ بہشتی کا
 عرسِ حضرت سلیم حشتی کا
 باغِ جنت ہے آج یہ دنگاہ پھول پھولے میں فیض کے دلخواہ
 دیکھ روضاں بہاریاں کی واہ دلیں میں کہتا ہی دمدم و اشہ
 رشک ہے گلشنِ بہشتی کا
 عرسِ حضرت سلیم حشتی کا

جلد ۴

یہ تجلی نہ سیم و زر سے ہی ابر رحمت کا نور بر سے ہی
حور و غلمان کی روح تڑپے ہی اور اشارہ یہی نظر سے ہی

رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرسِ حضرت سلیمِ چشتی کا

صحنِ درگمہ ہے باغ اور لیستان اور ہیں زوار سب گل و ریاح
جی میں سب بھول چھوٹا ہوتا دا یہی کہتے ہیں ہر گھڑی ہر آں

رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرسِ حضرت سلیمِ چشتی کا

بسکہ خلقت بھری ہے لالوں لال گھر مکاں ہے گلوں سے مالا مال
حسنِ راگ اور مشائخوں کے جاں بھیڑ غل شہور اور یہ قیل مقال

رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا

عرسِ حضرت سلیمِ چشتی کا

کھل رہا ہے چمن جو فیض بھرا جھڑنا گویا ہے حوض کوثر کا
قدسیاں دیکھ وہ بہشت سرا سب پکاریں ہیں یوں ابا با

رشتک ہے گلشنِ بہشتی کا عرسِ حضرت سلیمِ چشتی کا

کتنے درگمہ میں فیض اٹھاتی ہیں کتنے جھرنے میں جاننا تہی ہیں
کتنے نذر و نیاز لاتے ہیں کتنے خوش ہو یہی سنا تہی ہیں

جلد ۲

رشتک ہی گلشنِ ہستی کا

عرسِ حضرت سلیمِ حُستی کا

ہے ہم دور دور کا عالم سبز سرخ و سفید و زرد ہم
شبِ خوشی ہو کے چوں گلِ شبنم دیکھ سیریں یہ کہتے ہیں ہر دم

رشتک ہی گلشنِ ہستی کا

عرسِ حضرت سلیمِ حُستی کا

بھڑانہ وہ خلق کی نگشتیں بادشاہ و گدا و میر و وزیر
طفل و پیر و جواں غریب و فقیر پر سبھوں کی زباں پہ یہ تقریر

رشتک ہی گلشنِ ہستی کا

عرسِ حضرت سلیمِ حُستی کا

نظیر

جلد

۳۵۔ کرشن جی کی بانسری

جب مرلی دھرنے مرلی کو اپنی ادھر دھری
 کیا کیا پریم میت بھری اس میں دھن بھری
 لے اس میں رادھ رادھ کی ہر دم بھری کھری
 لہرائی دھن جو اس کی ادھر اور ادھر ذری
 سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
 ایسی بجائی گشن کنھیانے بانسری
 جس آن کا نغمہ جی کو وہ بنسی بجا ونی
 جس کان میں وہ آ ونی واں سدھ بھلا ونی
 ہر من کی سو کے موہنی اور چیت بھجا ونی
 نکلی جہاں دھن اس کی وہ میٹھی سہا ونی
 سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
 ایسی بجا ئی گشن کنھیانے بانسری

گوالوں میں نند لال بجاتے وہ جس گھڑی
گوئیں دھن اس کی سننے کو رہ جاتیں سب گھڑی

حالیہ

گلیوں میں جب بجاتے تو وہ اس کی دھن بڑی
لے لے کے اپنی لہر جہاں کان میں بیٹھی
سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنھیانے بانسری

بھسی کو مری دھرجی بجاتے گئے جدھر
پھیلی دھن اس کی زور ہر اک دل میں کراتر
سننے ہی اس کی دھن کی حلاوت ادھر ادھر
منہ چنگ اور نے کی دھین دل سے بھول کر

سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کشن کنھیانے بانسری
بن میں اگر بجاتے تو وہ بھی یہ اس کی چاہ
کرتی دھن اس کی ننھی بھوہی کے دل میں آہ

جلد ۲

بستی میں جو بجاتے تو کیا شام کیا پگاہ
 پڑتے ہی دھن وہ کان میں بلہاری ہوئے ادا
 سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
 ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری
 کتنے تو اس کی دھن کے لئے رہتے بے قرار
 کتنے لگائے کان ادھر رکھتے بار بار
 کتنے کھڑے ہو راہ میں کر رہتے انتظار
 آئے جدھر بجاتے ہوئے شام جی مرار
 سب سننے والے کہہ اٹھے جے جے ہری ہری
 ایسی بجائی کشن کنہیا نے بانسری
 نطی

۵۴ جنم کنسیاجی

جلد

سب ناری آئیں گوگل کی اور پاس پڑوسن آ بیٹھیں
 کچھ ڈھول مجیرے لائی تھیں کچھ گیت چا کے گاتی تھیں
 کچھ ہر دم کھ اس بالک کا، بلہاری ہو کر دیکھ رہی
 کچھ تھال پنچیری کے رکھتیں، کچھ سو نہ سٹور کرتی تھیں
 کچھ کہتی تھیں ہم بیٹھے ہیں نیگ آج کے دن کا لینے کو
 کچھ کہتیں ”ہم تو آئے ہیں آنند بدھا دینے کو“
 کوئی گھٹی بیٹی گرم کرے کوئی ڈالے اسپندا دھوئی
 کوئی لائی ہنسلی اور کھڑوے کوئی کرتہ ٹوپی میوہ لکھی
 کوئی دیکھے روپ اس بالک کا کوئی ماتھا چوم رہی
 کوئی بھنوؤں کی تعریف کرے کوئی ہاتھوں کی کوئی کیوں کی
 کوئی کہتی عمر بڑی ہووے لے بے سیر تھا سے یا لے کی
 کوئی کہتی ”بیاہ ہو لاؤ“ اس آس مرادوں ڈالے کی

کوئی کہتی بالک خوب ہوا اے بہنا تیری نیکے تی
 جلد ۲ یہ بالے ان کو ملتے ہیں جو دنیا میں ہیں بڑھ بھاگی
 اس کنبے کی بھی شان بڑھی اور بھاگٹھی گھر کی بھی
 یہ باتیں سب کی سن سن کر یہ بات جسودا کہتی تھی
 اے بیر یہ بالک جو ایسا اب میرے گھر میں جنبہ ہو
 کچھ اور کہوں میں کیا تم سے بھگوان کی موپر کر پا ہو
 نظیر اکبر آبادی

۵۵۔ انتہیدھاوا

تھی کوئے کوئے خوش وقتی اور طبلے تال کھلتے تھے
 کوئی نلج رہی کوئی کو در ہی کوئی ہنس ہنس کے کوئی روپے
 ہر چار طرف آنندیں تھیں اں گھر میں نند جسودا کے
 کچھ آنگن بیج برابرے تھیں کوئی بیٹھے کوٹھے اور چھپے

جلد

سو خوبی اور خوشحالی سے دکھلاتی تھی سامان کھڑی
سچ بات ہو بالک ہونے کی ہو دنیا میں آئند بڑی

پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب بیت ہوئی دوکاندونی

رکھوائی دودھ کی شکی بھر اور ڈالی ہلدی بہتری

یہ اس پہ پھینکے بھر بھر کر وہ اس پر ڈالے کھڑی گھڑی
کوئی پوچھے کھ اور باہن کو کوئی سگری بھگی اور بھری

اس دودھ کی بھی رنگ لیبوں میں دپ اور ہوا ہزاری کا

اور تن کے ابرن یوں بھیگے جو رنگ ہو کیسر کیا رکھی

تسکھ منڈل میں یہ دھوم مچی اور باہر نیگی جو گی بھی

کچھ ناچیں بھانڈ بھگیتی بھی کچھ میٹرے پا دین یل پری

آئند بدھکے باج ہے نہ سنگے برنا اور ترئی

رنگیں سنہرے پالنے بھی لے ہاتھ کھڑے کتو برتی

ہر آن اٹھاتے تھے مانک کیا گنتی سونے روپے کی

نندا اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی

جلد ۴

جو نیگی جوگی تھے ان کو اس آن نہٹ خوشحال کیا
 پھر آ لے باگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہت سدا
 اور جتنے ناچنے والے تھے اسباب انھیں بھی خوب دیا
 مہمان جو گھر میں آئے تھے سب اُن کا بھی ارمان کھا
 دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش کیا لوگ لگائی کا
 بھر تھال روپے اور مہر دیں جب نیگ چکا یادانی کا
 نندا اور جسودا بالک کو واں ہاتھوں چھاؤں میں تھے رکھتے
 نت پیار کریں تن من واریں ستھری ابرن گھنے بنکے
 جی بہلاتے من پر چالتے اور خوب کھلوئے منگوواتی
 ہر آن جھلاتے پلنے میں ایدھر اور اُدھر بھلاتے
 کر یاد نظمیاب ہر ساعت اُس پالنے اور اس جھولے کی
 آئندہ سے بیٹھو چین کرو جے بولو کان جھبڈو لے کی
 نظیر



۵۶۔ پچہ کی چال

جلد

تھی ان کی چال کی تو عجب یار دچال ڈھال
پاؤں میں گھنگروا جتے سر پر جھنڈوے بال
چلتے ہمک ہمک کے جو وہ ڈنگا تھی چال

تھا نہیں کبھی جسودا کبھی نند لیں سنبھال
ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالین
کیا کیا کہوں میں کشن کنیا کا بالین

نظیر

۵۷۔ شیوشنکر کی برات

جب رات ہوئی تب شیوشنکر خوشوقتی سے اسوار ہوئے
سب آگے پیچھے دو لہا کے دل شاد براتی ساتھ چلے
فانوسیں رنگیں جھلیاں اور جھاڑ بڑی گل کاری کے
ہر آن جھٹاؤ چنور ڈھلیں اور سیس کے اوپر چتر پھرے

وہ پریاں ناچیں تختوں پر پوشاکیں گھنے جھمک رہے
 نقارے نوبت بلبلِ نساں الغوزے بجتے اور ڈفلے ^{جلد}
 ہر سرِ نامیں دھن میں کی اور کرنا تر کی جھانجھہ ٹپے
 کر دھوئے دھوئے دھوئے دھوئے باج رہو اور تاشے بھڑک کر کٹے
 مردِ نگ مندیے نال بچیں اور سائے گھنگرو بھی جھٹکے
 وہ ڈھول دھما دھم شور کریں اور جھپٹے بھی چم چم کرتے
 وہ ہاتھی کنبل اور کمنے انباری ہوئے اور ^{بنگ}
 وہ جھومتے چلتے قدم قدم اور بجتے جاتے گھٹائے
 وہ جھاڑ اور مشعلیں نچٹائے سب روشن اپنے شعلوں کے
 وہ صحرا جھمکا کو سوں تک ہر ٹھور اُجالے جا پہنچے
 وہ گھوڑے میا نے گھڑہلیں رتھ اوچے پئے ڈھلتے تھے
 سب باجے بجتے جاتے تھے اور ہولے ہولے چلتے تھے
 جس آن برات آئی در پر یہ خوبی ٹھیری زیب بھری
 وہ پریاں ناچیں تختے پر چھنکاریں ماریں مجیروں کی

وہ ڈنکے لگتے دھونے پر دھن کرنا سرناس کی اونچی
جلد دروازے کو ٹھے گونج رہے آواز سہانی اُن کی تھی

کل زیب براتی چار طرف اور بیچ سواری دو لہا کی
سب چھٹے چھٹے کو ٹھوں پرواں دیکھی زینت اور خوبی
سب واہ کریں اور چاہ کریں اور ٹھاٹھ کو دیکھیں کھڑی کھڑی
ہوں دیکھ کے صورت دو لہا کی داں سو سودل سے بہاری

وہ آئی تھی جو کہ ساتھ لدی اور آتش بازی چھٹی تھی
فتابانار او پھل پھریاں بہت پھول ہوائی خوب کڑی
اک پرتلک دروازے پرواں پھول رہی پھلوا ری سی

سب ہاتھی گھوڑے بیل اچھلیں غل شور ہوا اور دھوم مچی
وہ بیل بچیں اور ڈفلے بھی نقارے تاشے اور ترئی

وہ ڈھول اور جہنی باج رہے اور گھر گھر میں آواز گئی
سب شاد ہوئے خوش وقت ہوئے یہ دیکھ تماشو خوبی
کر و صف بہت بلہا رہوئے اس دو لہا کی محبوبی
نظیر اکبر آبادی

جلد ۲

۵۸۔ شادی کی مغل

جو باؤ نے جھاڑے خار و حک اور بادل پانی جھڑکے
 بانات فتاتیں شمیائے دل بادل تبو تنوائے
 نگیرے جہاں موتی کے کھواب مشجر جھلکائے
 گل فرش حریر اور دیبا کے خوش رنگ چمکے بھجوائے
 مقیش زری کے لچھے بھی پھر جاگہ جاگہ لٹکائے
 گل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر کھوائے
 پھر تھال الپاچی لوگوں کے پھر خوب طرح سے چنوائے
 چنگیر دھرے سوزیہ بھرے اور طرہ ہار بھی گندھوائے
 ہر چار طرف تیاری کی اسباب طرب کے بٹھرائے
 جو ٹھاٹھ بڑے ہیں شادی کے اک پل بھر میں سب جھمکائے
 نظیر اکبر آبادی

۵۹۔ دلن کا جینر

جلد

جس آن ہوئے شیو چلنے کو تب لا کر یہ اسباب دھرے
 پوشاکیں رنگیں زیب بھریں ہر تار پڑا جن کا چمکے
 زریور کے واں ڈھیر لگے جو باہر ہووے گنتی سے
 وہ موتی ہیرے انمولے وہ لعل زمرد کے ڈبے
 وہ کلمے بے چاندی کے وہ تھال کٹورے سوئی کے
 وہ فرش سنہرے نقش بھرے جو بچھے محلوں بیچ پڑے
 وہ چیرے خوب لباسوں کے اور گنتی میں بھی بہتیرے
 وہ چیریاں اچھی صورت کی سراپاؤں تلک زریور پرے
 وہ کھنچل جھول جھلکتی کے انباری جن پر اور ہووے
 وہ گھوڑے گلگوں مثل ہوا زردوزی جن پر زین بندھے
 چندول جھلکتے وہ جن پر بانات زری کے تھے پردے
 رتھ بھیلیں اور گھڑ بھیلیں وہ ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھے

وہ رنگیں جمالِ دراز تھیں وہ بیل بہت جن کے اپنے
 یہ ٹھاٹھ رکھادروازے پر اور بغدے بوجھ اٹھانے کے
 تھے جتنے شادی سیاہ منت سا مان جو واں تیار ہوئے
 ہر ٹھاٹھ کے واں دروازے پر ہر جانب سوانا ہوئے
 نظیر اکبر آبادی

۶۔ دِلن کی رخصت

جب ڈیوڑھی سے چندول بڑھادروازے پر سو جو بکے
 نوچھا وراتنی کی اس پر کل موتی پھول زری بکھرے
 اُس وقت بہت خوش وقتی سے شیوشنکر بھی اسوار ہوئے
 وہ خولی قسمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھیے
 اسواری دولہا کی آگے چندول دِلن کا تھا پیچھے
 وہ باجے لائے ساتھ جو تھے سب ہر دم بختے ساتھ چلے
 اسباب دیئے جو اجہ نے تھے اس کے جاتے اونٹ لکے
 وہ جتنے چیراچیری تھے سب رتھ اور میانوں میں بیٹھے

وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انباری زین چھلکتے تھے
 اس دلیس کے رہنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے
 ہر کوٹھے کوٹھے بھیڑ لگی اور رستے رستے لوگ بھرے

غل شور خوشی کے چار طرف سب دیکھیں انہ ٹھاٹھ بڑے
 جس طور خوشی سے بیاہنے کو شیو آئے گھر میں راجہ کے
 پھر ویسی ہی خوش وقتی سے کیلا س کے اوپر جاہونچے
 نظیر اکبر آبادی

۶۱۔ میلے کی سیر

آج میلے کا یاں جو ہی سامان آئے ہیں دور دور سے انسان
 کوئی دشن کوئی دعائیں مان سب کی ہوتی ہیں مشکلیں آسان
 ہر طرف کھل رہے گل و ریاں ہا رہد سچی مٹھائی اور کیوان
 بھیڑا نبوہ غل دکان دکان اور یہی شور ہر گھڑی ہرن

رنگ ہی روپ ہی جھمیلان ہو

زور بلدیو جی کا میلا ہی

جلد

لوگ چاروں طرف کچے آتے ہیں آکے عیش و طرب مناتے ہیں
دل سے سب درشنوں کو جاتی ہیں اپنے دل کی مرادیں پاتے ہیں
جھانچہ مردنگ دف بجاتے ہیں راس منڈل بھجن سناتے ہیں
دل میں پھولے نہیں سماتے ہیں سب یہ سنس سنس کے کہتے جاتی ہیں
رنگ ہاروپ ہے جھمیلہ ہے

زور بلد یو جی کامیلا ہے

صحن بندر کا سب سے ہی اعلیٰ اس کا گنبد ہے عالم بالا
ہو رہا جھانکیوں کا اُجیا لا پرے جیسے ہیں چاند پر ہالا
ہی کوئی درشنوں کا متوالا کوئی جپتا ہی دھیان میں ہالا
کوئی ڈنڈو تیس کر رہا لا لا کوئی ”جے جے“ کرے ہی دھن ڈالا

رنگ ہی روپ ہی جھمیلہ ہے

زور بلد یو جی کامیلا ہے

نہج اور راگ کے کھڑکے ہیں گھنگرہ اور تال کے جھناکے ہیں
نقلیں قصے کہانی ساکے ہیں کھنڈ دہرے کبت کتھا کے ہیں
آرتی کی کہیں مچی ٹھن ٹھن کہیں گھنٹوں کی ہو رہی ٹن ٹن

تال مردنگ جھانجھ کی جھن جھن خاص پرشاد مصری اور اکھن
 رنگ ہی روپ ہی جمیلا ہے
 زور بلد یوجی کامیلا ہے

اتنے لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہیں آ جو کہ تل دھرنے کی نہیں ہی جا
 لے کے مندر سے ڈو کو س لگا باغ و بن بھر رہے ہیں سب ہر جا
 ہیں ہزاروں لباطلی اور سودا لاکھوں بکتے ہیں گننے اور لا
 بھیڑا بنوہ اور دم دم دھکا جس طرف دیکھئے اہا ہا ہا

رنگ ہی روپ ہی جمیلا ہے
 زور بلد یوجی کامیلا ہے

ہیں ہزاروں ہی جنس کے ہٹے موتی مونگا اور آرسی بنے
 پیرے لڈو جلیبی اور گٹے کو لے نارنگی سنگترے کھٹے
 کوئی تو کر رہا ہی پھیل بنے کوئی چڑھاتا ہی کھیر کے چٹے
 پر ہیں مندر کے کوٹھے اور اٹے بوٹھے لڑکے جوان اور کٹے

رنگ ہی روپ ہی جمیلا ہے
 زور بلد یوجی کامیلا ہے

جلد ۴

لاکھوں بیٹھے بساطی اور منہار اپنا سب گرم کر رہے بازار
چوڑی بنگڑی کی اک طرف جھنکا نوگری پوتھ انگوٹھی چھلے ہار
ٹوٹے پڑتے گنوار سی اور گنوا جس گنوار سی کو چلیے دھکا مار
گر کے دے گالی یوں کی ہی پکا ”کیسوا اٹھلا چلے ہی داری جار

رنگ ہی روپ ہی جھمیلہ ہی

زور بلد یو جی کامیلا ہی

مٹی اور کاٹ کے کھلونے ڈھیر کوئی لیوے ہی کوئی دیوے پھیر
کوئی کھاری کے کر رہا تھپیر کوئی کاچھن کے چن رہا ہی بیر
کوئی کنجڑن سے لڑ رہا مٹھیر کوئی بنیے کو مارتا ہے سیر
گالی ڈاک مار کوٹ سانجھ سویر لاشی پاشی ہے شور و غل اندھیر

رنگ ہی روپ ہی جھمیلہ ہی

زور بلد یو جی کامیلا ہی

نظیری اکبر آبادی



۶۲۔ ہولی

جلد

آجھکے عیش و طرب کیا کیرا جب حسن دکھایا ہولی نے
 ہر آن خوشی کی دھوم ہوئی یوں لطف تھا یا ہولی نے
 ہر خاطر کو خمر سے سند کیا ہر دل کو لہسا یا ہولی نے
 دف رنگین نقش سنہری کا جس وقت بجا یا ہولی نے
 بازار گلی اور کوچوں میں غل شور مچا یا ہولی نے

یا سوانگ کہوں یا رنگ کہوں یا حسن بتاؤں ہولی کا
 سب اہرن تن پر جھک رہا اور کسیر کا ماتھے ٹیکا
 منہس دینا ہر دم ناز بھرا دکھلانا سچ دھج شوخی کا
 ہر گالی مصری قند بھری ہر ایک قدم اکھیلی کا
 دل نشا د کیا اور موہ لیا یہ جو بن یا یا ہولی نے

کچھ طبلے کھٹکے تال بچے کچھ ڈھولک اور مردنگ بھی
 کچھ جھمر میں ہیں بابوں کی کچھ سازنگی اور چنگ بھی
 کچھ تالافینوؤں کے جھنکے کچھ ڈھمڈھی اور منہ چنگ بھی
 کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم کچھ گت گت پر آبنگ بھی

جلد

ہے ہر دم ناچنے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے

ہر جاگہ تھال گلالوں سے خوش رنگت کی گلکاری ہے

اور ڈھیر عمیروں سے لاگے سو عشرت کی تیاری ہے

ہیں راگ بہاریں دکھلائے اور رنگ بھری پکاری ہے

منہ سُرخ سے گلنار ہوئے تن کیسر کی سی کیاری ہے

یہ روپ جھکتا دکھلایا یہ رنگ دکھایا ہولی نے

پوشا کیں چٹری کی رنگوں کی اور ہر دم رنگ فشان ہے

بر وقت خوشی کی جھبکیں ہیں پکاری کی دشانی ہے

کہیں ہوتی ہے دھنیکا مشتی کہیں ٹھیری کھینچا تانی ہے

کہیں لٹیاں جھبکیں رنگ بھری کہیں جو تانچہ پانی ہے

ہر جا طرف خوش حالی کا یہ جوش بڑھایا ہولی نے

ہر آن خوشی سے آپس میں سب ہنس ہنس رنگ چڑکتی ہیں

رخسار گلالوں سے گلگوں کپڑوں سے رنگ ٹٹکتی ہیں

کچھ آگ اور رنگ جھکتے ہیں کچھ موم کے جام جھلکتے ہیں

کچھ کودیں ہیں کچھ اچھلیں ہیں کچھ ہنستے ہیں کچھ ٹٹکتی ہیں

یہ طور یہ نقشہ عشرت کا ہر آن بنایا ہولی نے

محبوب پری رو پیاروں کی ہر جانب نوکا جھونکی ہے
 جلد کچھ آن رنگیلی چلتی ہی کچھ بان ادھر سے وہی ہے
 کچھ سینیں ترچھی سحر بھری کچھ گھات لگاؤٹ خوکی ہی
 کچھ شور ابا ہا ہا ہا کا کچھ دھوم اہو ہو ہو کی ہی
 یہ عیش یہ حظ یہ کام یہ ڈھب ہر آن جتایا ہوئی
 معجوبوں سے رنگ لال ہو کہیں چلتی مے کی پیالی ہی
 کہیں ساز طرب کے بجتے ہیں دل شا داں منہ پر لالی ہی
 سو کثرت عیش و مسرت کی خوش وقتی اور خوش حالی ہی
 کچھ بولی ٹھولی پیار بھری کچھ گالی ہے کچھ پالی ہی
 ان چرچوں کا ان جھلوں کا یہ تار لگایا ہوئی نے
 ہیں کیا کیا سر میں رنگ بھرے اور سوانگ بھی کیا کیا ہیں
 کربا تیں ہر دم جہل بھری خوش ہنستے اور ہنساتی ہیں
 کچھ جوگی چیلے بیٹھے ہیں کچھ کامینوں کے گاتے ہیں
 کچھ اور طرح کے سوانگ بنیں کچھ ناچتے اور کچھ گاتے ہیں
 ہر آن نظیر اس فرحت کا سامان دکھایا ہوئی نے نظیر

جلد

۳۲ ہولی کی بے سار

جب پھاگن رنگ جھمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
 اور دف کے شور کھڑکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
 پیروں کے رنگ دگتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
 خم شیشے جام چھلکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
 محبوب نشے میں چمکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
 ہوناچ رنگیلی پیروں کا بیٹھے ہوں گلرو رنگ بھرے
 کچھ بھیگی تانیں ہولی کی کچھ ناز واد کے ڈھنگ بھرے
 دل بھولے دیکھ بہاروں کو اور کانوں میں آہنگ بھڑے
 کچھ طبلے کھڑکیں رنگ بھرے کچھ عیش کے دم منہ چنگ بھرے
 کچھ گھنگر و تال جھنکتے ہوں تب دیکھ بہاریں ہولی کی
 سامان جہاں تک ہوتا ہو اس عشرت کے مطلوبوں کا
 وہ سب سامان ہوتا ہو اور باغ کھلا ہو خوبوں کا
 ہر آن شہر میں ڈھلتی ہوں اور شٹھ ہو رنگ کے ڈوبوں کا
 اس عیش و مزے کے عالم میں اک غول کھڑا محبوبوں کا

کپڑے پر رنگ چھڑکتے ہوں تب دیکھ ہاریں بولی کی
جلد اس رنگ رنگیلی مجلس میں وہ زندی ناچنے والی ہو
منہ جس کا چاند کا ٹکڑا ہوا اور آنکھ بھی مے کی پیالی ہو

بدست بڑی متوالی ہو ہر آن بجاتی تالی ہو
مے نوشی ہو، بیوشی ہو، بھڑوے کے منہ میں گالی ہو

بھڑے بھی بھڑوا سکتے ہوں تب دیکھ ہاریں بولی کی
اور ایک طرف دل لینے کو محبوب ہو یوں کے لڑکے
ہر آن گھڑی گت بھرتے ہوں کچھ گھٹ گھٹ کچھ بھڑکے

کچھ ناز خواہیں لڑ لڑکے کچھ ہولی گا دیں اڑاڑ کے
کچھ لچکے شوخ کمر پتلی، کچھ ہاتھ چلے کچھ تن پھڑکے
کچھ کافرین مٹکتے ہوں تب دیکھ ہاریں بولی کی

یہ دھوم مچی ہو بولی کی اور عیش مزے کا جھکڑ ہو
اس کھینچا کھینچ گھسیٹی میں بھڑوا زندی کا پھکڑ ہو

موجوں، شرابیں، ناچ مزا اور ٹکیا سلفا لکڑ ہو
لڑ بھڑکے نظری بھی نکلا ہو کچھ میں تھڑپھڑ ہو
جب ایسے عیش مہکتے ہوں تب دیکھ ہاریں بولی کی نظیر

۴-۶-ہولی

جلد

آؤ ساقی ہمار پھرائی
ہولی میں کتنی شادیاں لائی
جس طرف دیکھو معرکہ سا ہے
شہر ہے یا کوئی تماشا ہے
چشم بد دور ایسی بستی سے
یہی مقصد ہی ملک ہستی سے
آئیں بستہ ہوا ہے سارا شہر
کاغذیں گل سے گلستاں ہو دہر
ایسے گل پھول ہیں جو صرف کا
راہ رستے ہوئے ہیں بلغ و بہا
اور بازار رنگ لائے ہیں
سائے رنگیں ستوں لگائے ہیں
بستہ آئیں دکانیں ہیں کسیر
جس میں سستی متاع لعل و فکر

میوہ نورس در سیدہ بہت

گل خوش رنگ بوئے چیر بہت

پھر لبالب ہیں آب گیر رنگ
اوراڑے ہی گلال کس کس ڈمک
پاس آتے ہیں مرغ گلشن پھول
تھے وہ دلبر گلاب کے سے پھول
پگڑیاں جانے بھیگی سوسنوں
اُن کو گلہائے تر کہیں تو ہیں
چھڑیاں پھولوں کی دہن کے تھ
سیکڑوں پھولوں کی چھڑی ہو ستا

تقمے بھر گلال جو مارے موشاں لالہ رخ ہو کوساے
خوان بھر بھر عبیر لاتے ہیں گل کی پتی ملاڑا تے ہیں
جشن نور و زینبند ہولی ہے
راگ و رنگ اور بولی ٹھولی ہے

مید

۶۵- موسیقی

کچھ طبلے کھٹکے تال بچے کچھ ڈھولک اور مردنگ بچے
کچھ جہر میں میں ربابوں کی کچھ سارنگی اور چنگ بچے
کچھ تارطنبوروں کے جھنکے کچھ ڈھمکھی اور چنگ بچے
کچھ گھنگرو کھٹکے جھم جھم کچھ گت گت پراہنگ بچے
ہے ہر دم تا چنے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے

— بند —

گھنگرو کی پری آن کے پھر کان میں جھنکار
سارنگی ہوئی میں طنبوروں کی مددگار

طبلوں کے ٹھکے طبل یہ سازوں کے بجے تار
 راگوں کے کہیں غل کہیں ناچوں کے بندھو تار
 دھولک کہیں جھنکارے ہر مردنگ زمیں پر
 بولی نے چایا ہے عجب رنگ زمیں پر
 نظیر

۶۶۔ سوانگ

آئے شکلیں بنا کے صورت راز ڈوم ڈھاری بنے بجا کر ساز
 نقل معقول کی سو حاجی بنے سچ کے علامہ سر پہ کتنے جنے
 کوئی جوگی کوئی فقیر بنا کوئی ڈاڑھی لگا کی پیر بنی
 کوئی بنا بنا کوئی اوباش نقل کرتے تھے ان سبھوں کی
 کوئی شاعر بنا جس کی نظیر یعنی مستغرق خیال تھا میر
 کچھ سپاہی بنے تھے کچھ تیار کوئی زاہد ہوا کوئی خسار
 جس کی تقلید کی سو ویسی طرح
 اصل ہوتی نہیں ہر ایسی طرح
 مینر

۶۷۔ جوگی کا بھیس

جلد

یہ کہتا تھا میں جی میں عشق نے یہ بات لا ڈالی
 منگا تھوڑا سا گیر واور وہیں کفنی رنگا ڈالی
 اٹھا مندرے گلے کے سچ سے کی بر ملا ڈالی
 لگا منہ سے بھبھوت اور شکل جوگی کی بنا ڈالی
 ہوا سر پاؤں سے اودھوت جوگی جوگ لگیا نی
 بنا باؤں کا انڈوا کھول بال اور ہمو کے متوالا
 چھپا آکھ اور دہتورا کر دیا آنکھوں کو گل لالا
 اٹھا تو نبی کو اور کاندھے کے اوپر رکھ مرگ چھالا
 پھرا ہاتھوں میں سمرن اور گلے میں ڈال کر مالا
 چلا پڑھتا ہوا گر کا سبدا ورناتھ کی بانی
 نظیر

جلد

۶۸۔ دیوالی

جہاں میں یار و عجب طرح کا ہیو تیار کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہو دھا
کھلونے کھیلوں تباشوں کا گرم ہوا ہر اک دکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہو ہا
سبہوں کو فکر ہے اب جا بجا دیوالی کا

منھائیوں کی دکانیں لگا کے حلوائی پکارتے ہیں کہ لالہ دیوالی ہو آئی
بتا سے لے کوئی، برنی کسی نے تلوائی کھلونے والوں کو ان سے بھی یاد دہانی
گویا انھوں کے واں آج آگیا دیوالی کا

نظیر

۶۹۔ دیوالی کے جواہری

ہر اک مکان میں جلا پھر دیا دیوالی کا ہر اک طرف کو اجالا ہوا دیوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھاگیا دیوالی کا کسی کے دل کو مزاحوش لگا دیوالی کا
عجب بہا رکا ہوں بنسا دیوالی کا

صرف حرام کی کوڑی کا جن کا ہے ہیو پار انھوں نے کھایا ہوس دن کے واسطے ہی دہار

کہے ہیں نہیں کے قرضو ہوں سیہرا لکبار دوالی آئی ہر سب دیں چلائیں گے اے یار
جلد خدا کے فضل سے ہوا سرا دوالی کا

مکان لپکے ٹھلیا جو کوری رکھوائی جلا چراغ کو کوڑی وہ جسد جھنکائی
اصل جواری تھے ان میں تو جان سی آئی خوشی سے کود اچھل کر پکائے او بھائی
شگوں پہلے کرو تم ذرا دوالی کا

نگن کی بازی لگی پہلے بار گنڈے کی پھر اس سے بڑھ کے لگی تین چار گنڈے کی
پھر بے جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی تو آگے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی
کمال نرخ لگا پھر تو آ دوالی کا

کسی نے گھر کی حویلی گرد رکھا ہاری جو کچھ تھی جنس میسر بنا بنا ہاری
کسی نے چیز کسی کی چرا چھپا ہاری کسی نے گٹھری پڑوسن کی اپنی لاہاری
یہ ہار جیت کا چرچا پڑا دوالی کا

کسی کو داؤ پہ لاکئی موٹھ نے مارا کسی کے گھر پہ دھرا سوختے لے انکارا
کسی کو نر دے چو پڑ کے کر دیا تارا لنگوٹی باندھ کے بیٹھا ازرا تک ہارا
یہ شور آ کے مجاہد بجا دوالی کا

کسی کی جو روکے ہے پکارے بھڑکے ہو کی نوگری بیٹے کے ہاتھ کے کھڑکے

جو گھر میں آئے تو سب مل کر ہیں سو گھر دو نکل تو یاں سے ترا کام یاں میں بھڑک
خدا نے تجھ کو تو شہد کیا ڈالی کا جلد

وہ اس کے جھونٹ پکڑ کر کہے ہے ماؤں گا ترا جو گناہ سب تار تار اتاروں گا
حویلی اپنی تو اک داؤ پر میں ہاروں گا یہ سب تو ہار ہوں خندی تجھے بھی ہاروں گا
چڑھا ہے مجھ کو بھی اب تونش دوالی کا

تجھے خبر نہس خندی یہ لت وہ پیار سی کسی زمانہ میں آگے ہوا جو جواری ہے
تو اس نے جو رو کی نیند اور ازار اُتاری تھی ازاں کیا ہو کہ جو روتلک بھی ہاری ہے
سنا یہ تو نے نہیں ماجرا دوالی کا

یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹ ان کو جانو یاڑ نصیحتیں ہیں انھیں دل میں ٹھانیو یا رو
جہاں کو جاؤ یہ قصہ بکھانیو یاڑ جو جواری ہو نہ برا اس کا مانو یا رو

نظیر آپ بھی ہے جو اریا دوالی کا نظیر

۷۔ سلونوں کی راکھی

چلی آتی ہوا اب تو ہر کہیں بازار کی راکھی
سنہری سبزیشم زرد اور گلنا رکی راکھی

بنی ہو گوگ نادر خوب ہر سردار کی راکھی
سلو نوں میں عجب رنگیں ہو اس دلدار کی راکھی

جلد

نہ پہونچے ایک گل لو پار جس گلزار کی راکھی

عیاں ہو اب نور اکھی بھی چین بھی گل بھی شبنم بھی
جھمک جاتا ہو موتی اور جھلک جاتا ہو ریشم بھی

تماشا ہو ابا با غنیمت ہے یہ عالم بھی
اٹھانا ہاتھ پیالے اور وائٹ دیکھ لیں ہم بھی

تمہاری موتیوں کی اور زری کے تار کی راکھی

پچی ہے ہر طرف کیا کیا سلو نوں کی بہار اب تو
ہر اک گل و پھرے ہو راکھی باندھی ہاتھ میں خوش ہو

ہوس جو دل میں گزے ہو کسوں کیا آہ میں تم کو
یہی آتا ہو جی میں بن کے باہن آج تو یارو

میں اپنے ہاتھ سے پیالے کی باندھون تیار کی راکھی

ہوئی ہو زیب و زینت اور خوباں کو تو راکھی سے
ولیکن تم سے لے جاں اور کچھ راکھی کے گل پھولے

دوانی لمبائیں ہوں دیکھ گل چنے لگیں تنہ کے
تمہارے ہاتھ نے مندی نے انگشتوں نے ناخن نے جلد
گلستاں کی چمن کی باغ کی گلزار کی راکھی

ادا سے ہاتھ اٹھنے میں گل راکھی جو ہتے ہیں
کلجے دیکھنے والوں کے کیا کیا آہ چھلتے ہیں

کماں نازک یہ پہنچے اور کہاں یہ رنگ لمتی ہیں
چمن میں شلخ پر کب اس طرح کے پھول کھلتے ہیں
جو کچھ خوبی میں ہے اس شوخ گل رخسار کی لکھی

پھر میں اکھیاں باندھے جو ہر دم حُسن کے تار
توان کی راکھیوں کو دیکھ اے جاں چاؤ کے مار

پن زنار اور شفق لگاتا تھے اُپر بارے
نظیر آیا ہے باصن بنکے راکھی باندھنی پیار
بندھا لو اس سے تم منہں کرا ب اس قیومار کی لکھی

نظیر

۱۔ صراف

جلد

کتنے اسی بازار میں نہر کے ہی پیشہ دار ہیں
 بیٹھے ہیں کر کر کوٹھیاں زر کے لگے انبار ہیں
 سب لوگ کہتے ہیں انھیں یہ سیٹھ سب کا ہیں
 میں فرش کوٹھی میں بچھے تلکے لگے ہیں زرفشاں
 بیتاں گھلی ہیں سامنے لکھتے ہیں لکھن کاڑاں
 کچھ پیٹھ کچھ پر پیٹھ کی آتی ہیں باتیں درمیاں
 لاکھوں کے لکھتے درشنی سوسیکڑوں کی ہنڈیاں
 کیا کیا متی اور سود کی کرتے سدا تکرار ہیں
 تھوڑی سی پونجی جن کی ہی بیٹھے ہیں وہ بھی لڑکپا
 ایدھر تلکے دس بیس کے اودھر دھری ہیں کوڑیاں
 اور جو ہیں حدیث پونجی ان کوڑیوں کی تھلیاں
 کا ندھوں پہ رکھ جاتی ہیں داں لگتی جہاں ہیں گزریاں
 دیکھا تو یہ سب پیٹ کے دھند ہیں اور سب کا ہیں داں نظیر

۷۲۔ مجمع احباب

جلد

خوش گزرتی تھے اس طرح ایام
جمع رہتے تھے بزم میں وہیں
خوبرو کوئی نازنین کوئی
شوخی چالاک خوش مزاج وہیں
خوش ناما خوش مزاج خوش اسلوب
آشاد دوست سب کے سب ہمارے
شہرہ پایا تھا خوش جمالی سے
شوخی ہر ایک کی طبیعت تھی
شوق ہر ایک فن کا رہتا تھا
کھانا بے دنگی نہ پچتا تھا
روز رہتا تھا لطفِ سیرو شکار
وضع کی سب کو گو تھی پابندی
دوست جتنے تھے ہوتے تھے ہمراہ

عیش رہتا تھا صبح سے تا شام
نہ ہوئی ہیں نہ ہوئیں گرجو کہیں
مہروش کوئی مہجیں کوئی
سن جوانی کا سب کے سب شوقین
ایک ایک اپنے طرز پر محبوب
خوش بیاں کوئی کوئی خوش آواز
سب کے سب خاندان عالی سے
طرفہ یاد شن بخیر صحبت تھی
چرچا شعر و سخن کا رہتا تھا
میلہ ٹھیلہ کوئی نہ بچتا تھا
شب کو بختی تھی مین دن کو ستار
پر نہ بختی تھی کوئی نو چندی
کر بلا میں کبھی کبھی درگاہ

جلد

رہتا تھا تیر محویں کا جلسہ یاد
شام سے جاتے تھے حسین آباد
لوگ پہلے سے واں پہ جاتے تھے
فرش تالاب پر بچھائے تھے
صحبتِ عیش گرم رہتی تھی
کچھ نہ آپس میں شرم بہتی تھی
رات ہنس بول کے گزارتے تھے
صبح سب اپنے گھر سدا جاتے تھے
بہوش باقی نہ رہتا تھا تن کا
آتا تھا جب مہینہ سا ورن کا
دل کے ارمان سب نکالتے تھے
جمع ہوتے تھے سینکڑوں محبوب
لذت زندگی اٹھاتے تھے
خوش گلو جب کہ تان لیتے تھے
خوش گلو خوش مزاج خوش اسلوب
پرنے پر نئے اڑاتے تھے دل کے
ہنستے تھے گاتے تھے جاتے تھے
کوتے تھے مثال کوئل کے
نطفِ صحبت کا جوا اٹھاتے تھے
جمع ہونے لگے جو غیرت حور
بن بلائے سب آپ آتی تھے
دیکھ بے طرح ہم فیروں کو
صحبت اپنی بھی ہو گئی مشہور
رشک آنے لگا امیروں کو

حق تو یہ ہو کہ جائے حیرت تھی

کچھ عجب نکھری نکھری صحبت تھی
مردِ اشوق

جلد

۷۳۔ آگرہ کی تیراکی

جب پیرنے کی رت میں دلدار ہیئتے ہیں عاشق بھی ساتھ ان کے غمخوار ہیئتے ہیں
 بھولے سیانے ناداں ہیشیا پر تو ہیں پیر و جوان ولڑکے عیا پر پیرتے ہیں
 ادلے اغویب مفلس زردار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں
 جھرنے سے لڑکے یار و سجا کا تپا لہ چھتری سے بچ خونی دارا کا چوڑا کیا
 مہتاب باغ، سید تیلی قلعہ وروضہ غل شور کی بہاریں انبوہ سیر حیرچا
 ہر اک مکاں میں ہو کر ہیشیا پر تو ہیں
 اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

باغِ حکیم اور جوشیو داس کا چمن ہی ان میں جگہ جگہ پر مجلس ہی انجمن ہی
 میوہ مٹھائی کھانے اور نچا دل لگن ہی کچھ پیرنے کی دھوئیں کچھ عیش کا چلن ہی
 ہر اک مکاں میں ہو کر ہیشیا پر پیرتے ہیں
 اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

برسات میں جو آکر چڑھتا ہے خوب دیا ہر جا کھری و چادر، بند اور ناند چکوا

مینڈا بھنورا چھال جپر سمیٹ مالا مینڈا گھیر تختہ کسے بچھاڑ کر ا
جلد

واں بھی ہنر سے اپنے ہیشاڑ بکتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یا پیرتے ہیں

ترہنی میں اہا ہوتی ہیں کیا ہا ریں خلقت کے ٹھٹھ ہزار وچ ایک کی قطار

پیریں نہادیں اچھلیں کو دیں لڑی پکاریں لیتے وہ چھینٹ غوطے کھا کھا کی ہاتھ ماریں

کیا کیا تماشے کر کر اٹھا رہتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا انی یا پیرتے ہیں

جمنکا پاٹ گویا صحن چمن ہے بائے پیراک اس میں پیریں جیسے کہ چاند تار

منہ چاند کے سنہ ٹکڑے تن گوری پائو پریوں سے بھر ہے ہیں منجھدھا راور کنا

کچھ وار پیرتے ہیں کچھ پار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یا پیرتے ہیں

کتنے کھڑے ہی پیریں اپنا دکھا کے سینہ سینہ چمک ہا ہی ہیرے کا جوں نگینہ

آدھے بدن پہ پانی آدھے پہ ہی پسینہ سردوں کا بہ چلا ہی گویا کہ اک قرینہ

دامن کمر پہ باندھے دستار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یا پیرتے ہیں

جاتے ہیں ان میں کتنی پانی پہ صاف ہوتے کتنوں کے ہاتھ پھرے کتنوں کو سر پہ طوطے
کتبے تنگ اڑاتے کتنے سوئی ہوتے حقوں کا دم لگاتے تہن ہنس کے شاد ہوتے جلدی

سو سو طرح کا کر کر بستا رہتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

کچھ ناچ کی بہاریں پانی کے کچھ نہاڑے دریا میں مچ رہی ہیں اندر کے سولہاڑے
بریز گلرخوں سے دونوں طرف کرا کر بھرے وناؤ، چوڑو نگلی بنے نواڑے

اس جھگٹوں سہو کر سرشار پیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ناؤں میں ہجو گلرونا چوں میں چھپا رہی ہیں جوڑے بدن میں رنگیں گنہ جھنک رہی ہیں
تانیں ہوا میں اڑتیں طبلے کھڑک رہی ہیں عیش و طرب کی دھو میں پانی چھپک رہی ہیں

سو ساٹھ کے بنا کر اٹھواڑ پھیرتے ہیں

اس آگرہ میں کیا کیا اے یار پیرتے ہیں

ہر آن بولتے ہیں سید کبیر کی جے پھر اس کے بعد اپنے استاد پیر کی جے
مور و مکٹ کنہیا، جمنہ کے تیر کی جے پھر غول کے سب اپنے خور دو کبیر کی جے

جلد

ہر دم یہ کر خوشی کی گفتار پرتے ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یا پیرتی ہیں
کیا کیا نظیریاں کے ہیں تیرے کے بانی
استاد اور خلیفہ شاگرد یا راجانی
کیا کیا ہنسی خوشی سے ہر بار پیرتی ہیں
اس آگرہ میں کیا کیا اے یا پیرتی ہیں

نظیر

۷۳۔ گشتی

کس چکا کا چھ کے تیئں جس دم
مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا
پنچے لینے کا مرزا نے کرٹھاٹ
چاہے تھا رانوں میں اسے جکڑا
کیا کیا اس کو دکھائے اوچ اور پنچ
کہا ”کہ اب کے چٹ کروں یا پٹ“
پھر ہوا سامنے بجا کر خم
لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا
کیا لونڈے پہ دوں ہی دھوبی پاٹ
لونڈے نے دوڑ مالکھم کمرڈا
دھنس کے ٹھپوں میں پھرا ٹھاکے چٹ

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مرزا کہا "ہو جس طرح سے تیری رضا" جلدی
 بولے مرزا "برانہ مانو گے
 اپنا استاد مجھ کو جانو گے"

سودا

۷۵۔ مار پھینک

صیاد نے جو دیکھا ہرن اٹھ چلا جھپاک
 جلدی سے دوڑا پیچھے ہرن کو وہ سینہ چاک
 سو نٹے کو پھینک مارا جو پھرتی سے اس ڈناک
 بھاگا ہرن لگا وہیں گیسٹ کے آکھٹاک
 سراس کا پھوٹا اور وہ سلامت گیا ہرن
 نظری

۷۶۔ پتنگ بازی

لاتا ہی پھیر پھار کے نکل جو اپنی ماں
 اب پیچ پڑنے کو ہو نہ دواتی ٹھیک
 کتا ہو کوئی اُن سے خبردار ہو میاں
 گھیر کے کتے اس کے نہ پھنسے دو میری جاں

اچھا نہیں ہی مفت کھانا پتنگ کا

جلد کمر بچ پڑ گئے تو یہ کہتے ہیں دیکھیو
 رہ رہ اسی طرح سے نہ اب بچو میل کو
 پہلے تو یوں قدم کے تئیں ادھیاں کھو
 پھر ایک رگڑا دیکے ابھی اس کو کاٹ دو

سیگا اسی میں نسخ کا پانا پتنگ کا

کٹا ہی جو پتنگ تو پھر لوٹتے اسے
 دودو ہزار دوڑتے ہیں چھوٹے اور بڑے
 کاغذ رسا ملتا ہے یا ٹکڑے کانپ کے
 جب اس طرح کی سیر بھلا آن کر کرے
 پھر سوچئے تو کیا ہے ٹھکانا پتنگ کا

نظیر

۷۔ عیش پرستی

عجب لوگ ہیں وہ کہ جن کو نہ ام
 نہیں ہے بجز خوشنودی اور کام
 میتر ہے ہر وقت خواہاں کا دید
 ہی ہر شب شب قدر ہر روز نغید
 کسی زلف سے گاہ کرتے ہیں لہو
 گئے نشہ مے میں رہتے ہیں محو
 گئے بوس لب سے کنایات ہے
 گے آنکھوں میں حرف و حکایات ہی
 کبھوٹے ہی وہ لاکھ زوروں سے جام
 کبھو لے ہی یہ سو نہورں سے کام

کبھو سیر بختی ہے آہنگ کی کبھو تھاپ لگتی ہے مردنگ کی جلد
 کبھی ناچتا ہے وہ ہوش حضور کہ جوں برق خشنودہ کیسر ہے نور
 ہر جنبش میں جس کی یہ سب تاؤ بھاؤ کہ جوں شعلہ بھڑکے ہی بننے سے باؤ
 وہ نکلی یہ سب زیب و زیوریں غرق کہ لٹکے ہی جس طرح بادل سے برق
 کہروں کیا میں صورت کا اس کی بیاں کہ ہر عضو اس کا تھا آشوب جال
 تھی خلقت سے اس آب و گل کی بری بنجانے کہ تھی حور یا وہ پر سی
 وہ گنفلر کہ جن کی جھمک یہ بلائے کہ مردہ کو خوابِ عدم سے جگائے
 ہوئی ان کی جب پاؤں میں اس کجا ہوا چار سو شور و محشر بپا
 زبس عود سوزوں میں و شمع غوغا تھی بوئے خوش اتنی کثیر الوجود
 کہ کہتی تھی گھبرا کے ہر دم نسیم کہ اٹھتا نہیں مجھ سے بارِ شمیم
 مے نعل مانند خونِ حمام کہ یا قوت جس کا ہے ادنیٰ اعلام
 ہر اک سمت تھا اس کا مجلسِ مدد پیئے تھے زن و مرد پانی کے طور

یونہی تھا کوئی لفظ یہ ناؤ نوش
 تھے عیش و طرب ہمد گرم جوش

۷۸۔ چوسر کا کھیل

جلد

عجب طرح کی وہ رنگیں جو پڑ غرض بچائی ہے اب خدا نے
 کوئی ہے پھٹل کسی کا جگ ہو پھریں ہیں نسوین بھی خانے خانے
 جو پاسا پھینکے بنا بنا کر وہ داؤں کتنے ہی دل میں ٹھانے
 جو چاہتا ہوا ٹھارہ آویں تو اس کو پڑتی ہیں تین جانے
 پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پٹت ہزاروں سیانے
 جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے
 نظیر

۷۹۔ دلی دربار

۶۱۹۰۴

سر میں شوق کا سودا دیکھا دہلی کو ہم نے بھی جادیکھا
 جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا کیا بتلائیے کیا کیسا دیکھا
 نظم ہے مجھ کو بادۂ صافی شغل یہی ہے دل کو کافی

جلد ۲

مانگتا ہوں یاروں سے معافی خیراب دیکھے لطف تو انی
 جناحی کے پاٹ کو دیکھا اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا
 سب سے اچھے لاٹ کو دیکھا حضرت ڈیوک کنٹ کو دیکھا
 پٹن اور رسالے دیکھے گورے دیکھے کالے دیکھے
 سنگینیں اور بھالے دیکھے بیڈ بجانے والے دیکھے
 قیموں کا اک جنگل دیکھا اس جنگل میں مشکل دیکھا
 برہا اور ورنگل دیکھا عزت خواہوں کا دگل دیکھا
 سرکیں تھیں ہر کیپ سے جاری پانی تھا ہر پیپ سے جاری
 نور کی موجیں لپٹ سے جاری تیزی تھی ہر جپ سے جاری
 کچھ چیزوں پہ مردی دیکھی کچھ چیزوں پہ زردی دیکھی
 اچھی خاصی سردی دیکھی دل نے جو حالت کر دی دیکھی
 ڈالی میں نارنگی دیکھی محفل میں سارنگی دیکھی
 بے رنگی بارنگی دیکھی دھڑکی رنگارنگی دیکھی
 اچھے اچھوں کو بھکا دیکھا بھیڑ میں کھاتے جھکا دیکھا
 منہ کو اگر چہ لٹکا دیکھا دل دریا سے اٹکا دیکھا

ہاتھی دیکھے بھاری بھر کم ان کا چلنا کم کم تھم تھم
 زرّیں جھولیں نور کا عالم میلوں تک وہ چم چم چم چم
 پرتھا پہلوئے مسجد جامع روشنیاں تھیں ہر سولامع
 کوئی نہیں تھا کسی کا سامع سب کے سبھے دید کے طامع
 سرخی شرک پہ کشتی دیکھی سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی
 آتش بازی چمکتی دیکھی لطف کی دولت لستی دیکھی
 چوکی اک چو لکھی دیکھی خوب ہی چکھی کھتی دیکھی
 ہر سو نعمت رکھی دیکھی شہدا و ردودھ کی کھی دیکھی
 ایک کا حصّہ من و سلوئے ایک کا حصّہ تھوڑا حلوئے
 ایک کا حصّہ بھیڑ اور ملوئے میرا حصّہ دور کا جلوئے
 اوج بھی برٹش راج کا دیکھا پر تو تخت و تاج کا دیکھا
 رنگ زمانہ آج کا دیکھا رخ کرزن ہمارا ج کا دیکھا
 پہنچے پھاند کے سات سمند تخت میں اُن کے بیسیوں بند
 حکمت و دانش ان کے اندر اپنی جگہ ہر ایک سکندر
 اوج نخت ملاقی اُن کا چرخ ہفت طباقی اُن کا

جلد ۲

مغفل ان کی ساتی ان کا آنکھیں میری باقی ان کا
 ہم تو ان کے خیر طلب ہیں ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہیں
 ان کے راج کے عمدہ و صبیحہ سب سامان عیش و طرب ہیں
 انگریزیشن کی شان انوکھی ہر شے عمدہ ہر شے چہرہ کھی
 اقلیدس کی پانی جو کھی من بھر سونے کی لاگت سو کھی
 جشن عظیم اس سال ہوا ہی شاہی فورٹ میں بال ہوا ہی
 روشن ہر اک بال ہوا ہی قصہ ماضی حال ہوا ہے
 بے مشہور کو چہ بزن ہال میں ناچیں لیڈی گزن
 طائر خوش تھے سب کے بزن رشک سے دیکھ رہی تھی بزن
 ہال میں چمکیں آ کے یکا یک زریں تھی پوشاک جھبکا جھک
 محو تھا ان کا اوج سماں چرخ پہ زہرا ان کی تھی گاہک
 گور قاصد اوج فلک تھی اس میں کہاں یہ نوک پلک تھی
 اندر کی محفل کی جھلک تھی بزم عشرت صبح تلک تھی
 کی ہو یہ بندش ذہن رسائے گوئی مانے خواہ نہ مانے
 سنتے ہیں ہم تو یہ افسانے جس نے دیکھا ہو وہ جانے لے

۸۔ دلی دربار

جلد

۱۲۱۷

حکم حاکم سے ہوا تھا اجتماع انتشار
 بھول اور سبزہ چک اور روشنی و زینار
 موٹرا ویرا وین اور جھگٹے اور اقتدار
 مغربی شکلوں سے شانِ غریبہ پسندی آشکار
 زینتِ دولت کی دیہی امپرس عالی تبار
 ٹنر کی امواج جنما سے ہوئی بھین بھنار
 تھی پئے ابل بصیرت بارِ عبرت میں ہمار
 چشمِ حیرت بن گئی تھی گردِ شلیل و نہار
 حکمت آگیں ہر اداسے حاکمانِ نامدار
 جدِ قانونی کے اندر آنر بلوں کی قطار
 فکر ذاتی میں خیالِ قوم غائب فی الزما
 غزیت خوشیاں امیدیں احتیاطیں اعتبار

دیکھ آئے ہم بھی دودن رہ کر دہلی کی بیا
 آدمی اور جانور اور گھر مرین اور شیش
 کیر و سین اور برق اور پٹرولیم اور تار میں
 مشرقی تیلوں میں تھی خدمتگزاری کی اسقف
 شوکت و اقبال کے مرکز حضورِ امیر
 بحرِ ہستی لے رہا تھا بے دریغ انگریز ایل
 انقلاب دہر کے رنگین نقشے پیش تھے
 ذرے دیرانوں سے اٹھتے تھے تماشہ دکن
 مصحفِ آمیز ہر طرز و طریق و انتظام
 جانے سے باہر نگاہِ نازِ فاعانِ ہند
 خمیج کا ٹوٹل دلوں میں چپکیاں لیتا ہوا
 دعوتیں انعام اسپیس قوا عروج کمپ

پیش رو شاہی تھی پھر نہائیں پھر اہل جاہ
بعد اس کے شیخ صاحب بھی ان کو خاکسار

جلد ۲

اکبر

۸۔ مراجعت وطن

| | |
|-----------------------------|-----------------------------|
| کھل گیا عقدہ گرفتاری | بائے آئی نجات کی باری |
| اب وطن چلنے کی ہوتیاری | کوچ ٹھہرا مقام غربت سے |
| اشک شادی میں آنکھوں سے جاری | کالے پانی سے ہوتے ہیں خست |
| اُٹھتے ہیں لنگر گرانباری | بیٹھتے ہیں جاز وودی پر |
| السفر اے سفینہ جاری | السلام اے خروش بحر محیط |
| سایہ آسمان رنگاری | سامنے ہر طرف سمندر ہے |
| خضر اور نوح کی ہوسالاری | ہمسفر فاقے ہیں موجوں کے |
| رات کو اوس کی گہرباری | دن کو خورشید کی زلفشانی |
| اس پہ آتی ہی موج کی باری | پانی کے اٹھتے ہیں بلند پہاڑ |
| قدرت حق کی ہے نموداری | پانی پہ چڑھ کے پانی بہتا ہی |

نخلے دریائے شور سے شکریہ بھر شیریں کی آگئی باری
نظر آیا سوادِ کلکتہ
شکر ہی شکرِ حضرتِ باری

جلد

منیر

۸۲۔ قمر نامہ

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| یہ بھی اک سانحہ ہی میر سنو | پاؤ توفیق ملک تو سر کو دھنو |
| جب کہ برسات سر ہی پر آیا | ہم کو درپیش تب سفر آیا |
| پانی رستوں میں کیچ ساریڑا | ابر ہونے لگے سفید سیاہ |
| پانی کی سطح پر نگاہ پڑی | سب کی دریا پہ موکے راہ پڑی |
| گوش کرتا تھا گر خروشِ آب | ہوش جاتا تھا دیکھ جوشِ آب |
| لہراٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت | آب تہ دارا و تیسرہ بہت |
| دیکھ دریا کو سو کھتی تھی جاں | پانی پانی تھا شور سے طوفان |
| خوف کو جان کے کنارے رکھا | ناؤ میں پاؤں ہم نے بائے کھا |
| جسم گویا کہ تھا ہی جاں سے | جب کہ کشتی روان ہوئی دال |

جلد ۲

کیا کہیں ڈوب ہی چلے تھم
نا خدائی خدا نے کی اس دم
ریلا پانی کا جب کہ آتا تھا
خون سے جی ہی ڈوبا جاتا تھا
خطر غرق سے تھی طاقت طاق
بیخودی سے ہوا تھا استغراق
بد بلا سے تھے ہمکنار ہوئے
تھا خدا ہی جو بہہ کے پار ہوئے
کسو درویش کا تھا میں قدم
جا کے پہنچے جو اس کنارے ہم
ورنہ اعمال نے ڈبویا تھا

گوہر جاں سے ہاتھ دھویا تھا

پار کا گنج تھا جو شاہ دریا
سب نے رہنا دہیں کا جی میں ہرا
فاصلہ ایک کوس کا تھا بیچ
راہ واں سے یہاں تلک سب کچ
تھے بہت بیچ میں نشیب و فراز
پہونچے وہاں شام کھینچ رہی دراز
جا کے حیراں ہوئے کدھر جائیں
سرگھسٹریں جو ٹلک جگہ پائیں
تنگ و دوہر طرف لگے کرنے
تسپہ پڑتے تھے مینہ کے بھرنے
کوئی میدان میں کوئی چھپر میں
کوئی دریاں کوئی کسو گھر میں
گھر ملا صاحبوں کو ایسا تنگ
جس سے بیت الخلاء کو آؤ تنگ
بیٹھے دین نہ جبکہ صاحب کو
کون پوچھے نفر معاحب کو

ڈھونڈتے ڈھونڈتے سر پائی
 رہنا بھٹیاری کا غنیمت جاں
 کچھ پکانے کا جب سوال کیا
 یاں جو لائے ہیں مجھ کو اپنی سنا
 پہونچے ہر اُن کے روبرو طعام
 جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے
 سن کے اک دل سے کھینچی اُس نے آہ
 ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے
 کچھ یہ کھا دیں گے کچھ کھلا دیں گے
 سو تو لکھے ہو کوئے بالم تم
 کھانے پینے کی کچھ نہیں ہو بات
 صدقے میں ایسے بھی اتارے کے
 میں کہا مہترانی جی کچھ لو
 بعضے کھاتے ہیں کچھ کھلاتی ہیر
 بائے جوں توں ہوئی وہ رات تمام
 ویسے گھر چھوٹے ویسے جا پائی
 جو کہا اس نے ہم کو سبناں
 میں نے اظہار اپنا حال کیا
 زندگانی مری ہے اُن کو ہاتھ
 صبح کا صبح مجھ کو شام کا شام
 کچھ رہا سواٹھا دیا میں نے
 اور بولی کہ واہ صاحب واہ
 چار پانچ آدمی ہیں پاس کھر
 ہم کچھ ان کے سبب سے پاویں گے
 ہو گدا جیسے شاہ عالم تم
 دیکھئے کس طرح سے گزرتے رات
 سو گئے بخت گھر ہائے کے
 مجھ سے آزاد وہ دل نہ اتنی ہو
 بعض مجھ سے بھی آتے جاتے ہیں
 صبح کو صاحبوں کا ٹھہرا مقام

جلد

یہ بھی دن شب ہوا سحر تھا کوچ
صاحب اترے حویلی میں آگر
واں سے میرٹھ سبھوں کی تھی
گرے پڑتے پہنچ گئے سائے
واں دلا ورتنگ پھڑاں سے
اک گھڑی بود و باش کو پائی
پھوٹی پھاٹی سی چار دیواری
پھر نہ میدان بھی برابر تھا
کھنڈے اس میں تھے تین چار کھال
وہ گڑھی ساری کھیتی ناچ کی تھی
وہ بے جوئے کبھ بہت سے لوگ
ورنہ شکل بہت ثبات قدم
دل میں اک ہول ہی ہی ہرم

غازی آباد کو گئے سب پوچ
باغ میں اس کے سب نفر جاگر
کیچ پانی اگر چہ تھا حائل
ہم جفائے سپہر کے مارے
جا کے واں تنگ آگئے جاں سے
کچھ نہ کھانے کو جس میں نہ کھائی
اور میدان تھی گڈھی ساری
ہر قدم ایک غار و حقیر تھا
جن کا گرنے پہ سخت ہی میلان
برسوں سے تھی پری نہ آج کی تھی
یا کوئی جوگی جو کرے واں جوگ
دل میں اک ہول ہی ہی ہرم

یاد سے دن جو سائیں سائیں کر

رات ہوئے تو بھائیں بھائیں کر

گتوں کے چار اور رستے تھے کتے ہی واں کتے تو بستے تھے

سانجھ ہوئے قیامت آئی ایک
 گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے
 جب کہ ہڈی پہ چار چار لڑیں
 ایک نے ایک دیگیا چاٹا
 اک طرف ہی چڑچڑ کی صدا
 ایک کے منہ میں ہانڈی ہو کالی
 تیل کی کپٹی ایک لے بھاگا
 ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا
 گھوٹے اک لگا اندھیرا کر
 گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دیئے
 جھڑ جھڑاے ہو کان کو کوئی
 لوگ سوتے ہیں کتو پھرتے ہیں
 سر پہ دربان کے بلا ہی رہی
 منہ میں کف دور دور کر رہی
 نوکے سن کے وہ گلا بھاتا
 شور عصف سے آفت آئی ایک
 روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے
 گوشت پر بھڑیئے سنے ڈھڑپیں
 ایک آیا سوکھا گیا آٹا
 یعنی کتا ہی چسکی چاٹ رہا
 ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی
 ایک چکنے گھڑے سے جالاگا
 پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا
 ایک نے اور ایک پھیرا کر
 ہانڈی باسن گرا کے پھوڑیئے
 روئے ہی اپنی جان کو کوئی
 لڑتے ہیں دوڑتے ہیں گسے ہیں
 کتا ایک آدھ گھر میں جا ہی ہو
 حال بے حال شور کر رہی
 باولے کتے نے اسے کاٹا

جلد

جاگتے ہو تو دو دب و کتے سو کر اٹھو تو روبرو کتے
 باہر اندر کہاں نہ تھے کتے باغ و در چھت جہاں تہاں کتے
 یارو کتے کی جان کا تھاروگ
 جاں بلبس نہ کس طرح نہ لوگ

بستی دیکھی تو ایسی تھی آباد کہ بیا باں سخت سے دے یاد
 چار چھپر کہیں چاروں کے سو بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے
 پھر جلو آگے تو نہیں ہی کچھ ڈھیر سا اور جو کہیں ہے کچھ
 پھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہی سو بھی میدان میں کیسی ہی
 ایک دم سے پڑی ہیں ان زرد زرد ہو گئے ہیں لب بے ناں
 اور جو چار گھر نظر آئے ان کی خوبی کھلے وہیں جائے
 وہ بھی کوئی چسار تھے کوئی فاقوں کے زیر بار تھے کوئی
 اس سڑ آگے بڑھے تو دھینور تھے اجڑے پھڑے انھوں کی کچھ گھر تھے
 صورتیں کالی کالی سوکھے سے سائے کنگال اور بھوکے سے
 اور آگے گئے تو تھا بازار اس میں نبیوں کی تھیں کانیں چار
 ایک کے پاس دال کچھ آٹا تس کو بھی کھیوں نے تھا چانا

جلد

ایک کے پاس جو کچھ اور چنے چوتھا باقی ہا سوتھا کنگال
چھڑوں میں خاک دھواں ایک کئے ایک کجھڑے پہ چار گنٹھی باز
نام کو کہتے ہیں اسے بقال کیا کہوں مرچ تھی نہ ادرک تھی
تس پر اس کو ہزار غر و ناز ایک دکان تھی پاری کی
اس مچھنڈ میں کچھ تو بعد رک تھی اس نے ہم لوگوں سے بھی یاری کی
زرد مٹی کو باندھ بے جلدی اس سے جا کر جو مانگیئے ہلدی
بس تم اس بستی میں میانچی رہے دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے
میں بھی پیسے لگا کے لیتا ہوں یاں جو کچھ ہر چلن دہ دیتا ہوں
دیوے تو کیسا وہ بچا دھنیا مانگو اس سے جو مرچ یا دھنیا
دیئے کاغذ میں ہاتھ لبا کر اس میں دو دانے اور سب کنکر
لال مرچیں گٹھی ہوئی لایا لونگ چوراب نفر سے منگوا یا

اور اشیاء ہیں سے کر پٹی قیاس

آگے جاتا نہیں کہا مجھ پاس

آس پاس اس گڑھی کی آئی جھیل گم ہو برسات میں طریق سبیل
اس سے داں کی ہوا بہت طوٹے ہوئے نزلہ زکام بے اسلوب

کتنے زوروں میں ہوتی ہو گئی
ایسی جیسے گلے میں دی پھانسی
کیا کدھبت خج کج لے پھینکا تھا
پر خد کچھ ہمارا سیدھا تھا
جس نے قدرت نمائی کی پنی
اس بلا سے رہائی کی اپنی
بد زبانی کا مجھ کو کب سے داغ
ایسی باتوں سے میں کیا ہی فراغ
ہو چکی صاحبوں کی فرمائش
چپہ اب ہی زمان آسائش

میں

۸۳۔ تصویر غازی انور پاشا

ہلتا ہی جگر خوف سے رشتہ ہی بدن میں
تصویر میں اک شیر جبری دیکھ رہا ہوں
اک شان تکم ہی عیاں نور جیس سے
آنکھوں کو فراست ہی بھری دیکھ رہا ہوں
انداز یہ کتا ہی نگاہیں ہیں غضب کی
چہرے پہ مگر بخیری دیکھ رہا ہوں
شمشیر کف تاؤ سے مونچھیں ہی خمیدہ
اک خصلت شیر بری دیکھ رہا ہوں
بتلائے کوئی مجھ کو یہ کس قوم سے ہوگا
میں سر پہ کلاہ تہی دیکھ رہا ہوں
حیرت ہی مجھے کس کی یہ تصویر ہی ایختم

اس شکل میں شانِ عمری دیکھ رہا ہوں
نغمہ

۸۴۔ بے نظیر شاہ

غضب ہو گا اس کا رخ دل پذیر
 وہ کندن سا چہرہ دکتا ہوا
 بستنی فقط ایک تہ بند پاس
 رفیق اس کے کیا کیا محبت شعار
 جس سے عیاں شان شاہنشہی
 بھرا پاک دل میں کسی کا نیاز
 یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر
 لئے ہی کسی کی محبت میں جوگ
 جو چلتا ہی وہ نو گرفتار غم
 مگر دم محبت کا بھرتا ہوا
 جو کہتا ہے کوئی کرم کیجئے
 تو کہتا ہی وہ ہنس کے او بی خبر
 کھلا اس پہ ایسا بستنی لیں

ہے پروانہ جس شمع کا بے نظیر
 وہ گور بدن کیا چمکتا ہوا
 سجیلے بدن پر غضب کا لباس
 حسین طرح دار عالی وقار
 فقیری میں بھی صولت خمیری
 پھر اس پر بھی ہر لحظہ سرگرم ناز
 ہوا زلفِ جاناں کا تازہ اسیر
 وہ سنتا ہی بس جو گیا اور بروگ
 اٹھاتا ہی کس ناز کی سے قدم
 وہ جاتا ہی وہ سیر کرتا ہوا
 زرا دیر سائے میں دم لیجئے
 جبے گا یہ آسن دریا پر
 کہ سورج ہوا دیکھ کر بدحواس

جلد ۱۲
 اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا اسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا
 بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے بہت نام ہی سن کے عاشق ہوئے
 زمانہ کل اس کا بروگی بنا
 خدا جانے یہ کون جو گی بنا
 بے نظیر

۸۵- چھیلا

جامے کو خوب سا چھاتے ہیں خال رخسار پر بناتے ہیں
 ہندی بھی پتلی سی لگاتے ہیں ناز کرتے قدم اٹھاتے ہیں
 دیکھا کرتے ہیں آرسی میں چال
 مچو رعنائی کتنے ہیں اللہ مسی سے کرتے ہیں مسوٹی سیاہ
 رکھتے ہیں سر پہ کج ہمیشہ کلاہ شانہ سے کام ہے گہ و بیگاہ
 کپڑے نارنجی سر پہ دوی شال

میر



۸۶- تماشگر

جلد

وہ دیکھے تو بری صورت کمال اور پھٹے کپڑے
بندھی میلی سی پگڑی سر پہ اور ٹکڑے انگڑھوں کے
ٹھٹھے ڈاڑھی کے بال افرار دمنہ پہل میں آئیں
وہ کپڑے گوبھے تھم پر اپنی فن میں یوں
لگا سکتے تھے ایسے وقت پر بچہ گلہری کا

جو ہیں اتنے میں ہم کو اس بُری احوال سے دیکھا
نظر سے اُس کی میں نے جب تو اس بات کو اٹھا
کما اس نے کہ بھنستا ہو گا اُن سے کس طرح
مگر کو دیکھ ڈھونڈی جب پگڑی کو ٹٹول رہا
وہیں ہم نے نکالا ڈھونڈ کر بچہ گلہری کا

بے نظیر

۸۷- آدمی آدمی

دنیا میں بادشاہ ہی سوہی وہ بھی آدمی
زردار مٹیو ہے سوہی وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہی سوہی وہ بھی آدمی
نمٹ جو کھا رہا ہی سوہی وہ بھی آدمی
مکڑے جو مانگتا ہے سوہی وہ بھی آدمی
ابدا قطب غوث ولی آدمی ہوئے
مکڑے بھی آدمی بنے اور کفر کے بھے

کیا کیا کرشمے کشف و کرامات کی کئے حتیٰ کہ اپنے زہد و ریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے سو ہو وہ بھی آدمی

فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا شداد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
مزد بھی خدا ہی کہتا تھا بر ملا یہ بات ہی سمجھنے کی آگے کھولیں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی نارہی اور آدمی ہی نذر یاں آدمی ہی پاس ہوا اور آدمی ہی نو
کل آدمی کا حسن و قبح میں ہی باطن ظہور شیطان بھی آدمی ہی جو کرتا ہے کمرو زو
اور ہادی رہنما ہے سو ہو وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہی یاں بنے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن درما زیاں اور آدمی ہی ان کی چمکتے ہیں جوتیاں
جو ان کو تاڑتا ہے سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی پہ جان کو دے ہے آدمی اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی آتا ہے آدمی چلا کے آدمی کو پکڑے ہے آدمی
اور سن کے دوڑتا ہے سو ہو وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہوئے کے مال اور آدمی ہی مائے ہو پھانسی گڑبگڑ

یاں آدمی ہی صید ہو اور آدمی ہی حال
سچا بھی آدمی ہی نکلتا ہی میسے لال
جلد اور جھوٹ کا بھرا ہی سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہو اور آدمی بیاہ
قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
تاشے بجائے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ
دوڑے ہیں آدمی ہی مشعلیں جلا کر دوا
اور بیا بنے چڑھا ہے سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے بے بار بار
اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقہ صراحی جو تیاں دوڑیں بغل میں مار
کاندھے پہ رکھ کے پالکی میں دوڑ رہا
اور اس پہ جو چڑھا ہی سو ہو وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکا نین لگا لگا
اور آدمی ہی پھرتے ہیں کھ سرخوچا
کتا ہی کوئی لو کوئی کتا ہے لائے لا
کس کس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہی سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی قہر سے لڑتے ہیں گھوڑ
اور آدمی ہی دیکھ انہیں بھاگتے ہیں دور
جا کر غلام آدمی اور آدمی مزدور
یاں تک کہ آدمی ہی اٹھاتے ہیں جافڑ
اور جس لے وہ پھرا ہی سو ہو وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہیں بے بہا
اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہو گیا

کالا بھی آدمی ہے کہ اُلتا ہی جوں تو ا گورا بھی آدمی ہی کہ ٹکڑا سا چاند کا
بد شکل و بد نما ہی سو ہی وہ بھی آدمی

جلد ۲

ایک آدمی ہیں جن کی یہ کچھ زرق برق ہیں رُپے کے ان کے پاؤں ہیں ذکِ فرق ہیں
جھکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں کنو اب تاشنِ شال و شالوں میں غرق ہیں

اور جھپٹروں لگا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کرسوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں فتنے ہیں ارزا سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کربار

اور وہ جو مر گیا ہی سو ہی وہ بھی آدمی

اشرف اور کینہ سے لے شاہ تا وزیر ہیں آدمی ہی صاحبِ عزت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر اچھا بھی آدمی ہی کما تا ہی ای نظیر

اور سب میں جو بُرا ہے سو ہی وہ بھی آدمی

نظیر

۸۸۔ انسان

خدا نے دی ہو اسے ایسی عجبی صورت کہ جس نے اس کی طرف دیکھا پھر منہ پیرا
خدا نے پاک نے اس کو دیا ہو خلقِ عظیم یہی تو ہی جو ہی انسانیت کا اک تحفا

جلیہ ہی انس مادہ اس کا محبت اس کا خمیر
 کہاں ہے سرو میں ایسی لطیف رعنائی
 شباب کی وہ خوش آئند دھوپ ہی منہ پر
 جوانی ہے کہ وہ آبِ حیات کا چشمہ
 اسی سے عقل میں جودت ہی فکر میں تیزی
 جو تجھ کو کر رہا ہے دل شباب میں کسے
 شباب میں تھے بٹے زوڑا رہا تھہ مگر
 کبھی یہ زور تھا گینڈے کی ڈھال چیر ڈتھی
 وہ کان سنتے تھے جو پائے مور کی آواز
 کشیدہ تھا کبھی مثل الف جو قد سہی
 سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انسان کی
 یہ کیا ہے آب ہی آتش ہی خاک، کہ ہوا

ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہی پھر یہ کچھ نہیں
 عجب طلسم کا سا حال ہے کہ کوئی کیا

سید شاہ محمد اکبر



۸۹۔ مفلسی کے احوال

جلد

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی کس کس طرح سے اس کو ستاتی ہے مفلسی
پیا سا تمام روز بھٹاتی ہے مفلسی بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی

یہ دکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

کہئے تو اب حکیم کی سب سے بڑی ہی شاں تعظیم جس کی کہتے ہیں نواب اور خاں
مفلس ہوئے تو حضرت لقمان کیا ہیں عیسیٰ بھی ہو تو کوئی نہیں پوچھتا میاں

حکمت حکیم کی بھی ڈباتی ہے مفلسی

جو اہل فضل عالم و فاضل کہتے ہیں مفلس ہوئے تو کلمہ تلک بھول جاتے ہیں
پوچھے کوئی الف تو اسے بے بتاتے ہیں وہ جو غریب غزبا کے لٹکے پڑھاتے ہیں

ان کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

مفلس کہے جو آن کے مجلس کے بیچ چال سب جانیں روٹیوں کا یہ ڈالا ہی اس نے جال
گر گزرتے تو کوئی نہ لیوے اسے بنبھال مفلس میں ہوویں لاکھ اگر علم اور کمال

سب خاک بیچ آ کے ملاتی ہے مفلسی

جب روٹیوں کے بٹنے کا آکر ٹپے شمار مفلس کو دیویں ایک تو نگر کو چار چار

گراور مانگے وہ تو اسے جھڑکیں بار بار اس مفلس کی آہ بیاں کیا کروں میں یا ر
جلد ۲
مفلس کو اس جگہ بھی چباتی ہی مفلسی

مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہو آن پر دیتا ہوا اپنی جان وہ ایک ایک نان
ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خواتین جس طرح کتے لڑتے ہیں ایک استخوان
ویسا ہی مفلسوں کو لڑاتی ہے مفلسی

کرتا نہیں جیسا ہے جو کوئی وہ کام آہ مفلس کرے ہو اس کے تئیں اضرام آہ
سمجھے نہ کچھ حلال نہ جانے حرام آہ کہتے ہیں جس کو شرم و حیا ننگ و نام آہ
وہ سب جیسا و شرم اٹھاتی ہی مفلسی

یہ مفلسی وہ شے ہے کہ جس گھر میں بھر گئی پھر جتنے گھر میں ست تھی اسی گھر کی دگئی
زن بچے روتے ہیں گویا نانی گزر گئی ہم سائے پوچھتے ہیں کہ کیسا دادی گئی
بن فردے گھر میں شور مچاتی ہی مفلسی

لازم ہی گرمی میں کوئی شور و غل مچائے مفلس بغیر غم کے ہی کرتا ہے طے طے
مر جائے گر کوئی تو کہاں سے اسے اٹھائے اس مفلسی کی خواریاں کیا کیا کہوں میں
مرے کو بن کفن کے گڑاتی ہے مفلسی

کیا کیا میں مفلسی کی کہوں خوار ی بھکڑیاں جھاڑ و بغیر گھر میں بکھرتی ہیں جھکڑیاں

کونوں میں جالے لیٹے ہیں چہر میں کڑیاں پیدا انہو میں جن کے جلائے کو لکڑیاں
دریا میں اُن کے مُدے بہاتی ہی مفلسی

بی بی کی نتھ نہ لڑکوں کے ہاتھوں کڑی رہے کپڑے میاں کے بنڈے کے گھر میں ٹپڑ رہے
جب کڑیاں بگائیں تو کھنڈریں کڑ رہے زنجیر نے کواڑ نہ تھپڑ گڑے رہے
آخر کو اینٹ اینٹ کھداتی ہے مفلسی

جب مفلسی سے ہوئے کلانوت کا دل داس پھرتا ہی لے طنبوئے کو ہر گھر کے آس پاس
اک پاؤ سیر آئے کی دل میں لگا کے آس گوری کا وقت ہوئے تو گاتا ہی وہ بھیاس
یاں تک حواس اس کے اڑاتی ہی مفلسی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہی بول بول پیسا کہاں جو جا کے وہ لافے جینز مول
جو روکا وہ گلا ہی کہ پھوٹا ہو جیسے ڈھول گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہی ٹھٹھول

ہدیت تمام اس کی اٹھاتی ہی مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہو تو نہ بھائی نہ ساتھی ہی نے روشنی نہ بلجے کی آواز آتی ہی
ماں پیچھے ایک میلی چادر اوڑھ جاتی ہی مہیا بنا ہی دولہا تو باوا براتی ہی
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہی مفلسی

چولہے تو انہ پانی کے شگے میں آبی ہی پینے کو کچھ نہ کھانے کو اور نے نکالی ہی

مفلس کے ساتھ سب کے تیئیں بے ججائی ہو
مفلس کی جو روپ چہ ہی کہ ہاں سب کی ججائی ہو
جلد عزت سب اس کے دل کی گنوا تھی ہو مفلسی

کیسا ہی آدمی ہو پرا فلاس کے طفیل
کوئی گدھا کہے افسے ٹھیرا کہ کوئی بیل
کپڑے پھٹے تمام بٹھے بال بھیل بھیل
منہ خشک دانت زرد بدن پر جہاں میل
سب شکل قیدیوں کی بناتی ہے مفلسی

جب مفلسی ہوئی تو شرافت کہاں رہی
وہ قدر ذات کی وہ نجابت کہاں رہی
کپڑے پھٹے تلوگوں میں عزت کہاں رہی
تعلیم اور تواضع کی بابت کہاں رہی
مجلس کی جوتیوں پہ بٹھاتی ہے مفلسی

رکھتی نہیں کسی کی یہ غیرت کی آن کو
سب خاک میں ملا تھی حرمت کی شکن کو
سو محنتوں میں اس کی کھپاتی ہو جان کو
چوری پہ آگے ڈالے ہی مفلس کے دھیاں

آخر ندان بھیک منگاتی ہے مفلسی
دنیا میں لے کے شاہ سے اویاڑ تافیر
اشراف کو بناتی ہواک آن میں حقیر
کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں نظیر
وہ جانے جس کے دل کو جلاتی ہے مفلسی

۹۰۔ ضعفِ پیری

جلد

عیش و عشرت کے منے جتنی کہ سب رہیں خرمی خوشی عیش و طرب نہ ور میں ہیں
لذتیں فرحتیں کیا کہئے عجب نہ ور میں ہیں زندگانی کے منے جتنی ہیں سب وہیں ہیں

سچ ہی یہ بات کہ ہی زور ہی میں زور مزا

جب سے کمزور ہوئے تب سے ہوا یہ احوال سستی و ضعف و نقابت کی چڑھائی ہو گئی
ہو گئے سب وہ اچھل کود کے نقشے پامال اب جو چاہیں کہ چلیں پھر بھی اسی طور کی چال

قصہ کرتے ہیں بہت پر کہیں جاتا ہی چلا

راہ چلنے میں یہ کچھ ضعف ہے ہوتے بیڑ حال ہر قدم آتے ہیں پا بوس کو سورج و لال
اور نگ تہ ہوا چلنے لگی تو فی الحال چلتی پڑتی ہی پھر اس وقت تو اس طور کی چال

جیسے کیفی کوئی چلتا ہی بہت پی کے نشا

پانی پیتے ہیں تو بلغم وہ ہوا جاتا ہے اور ہی چکھیں تو جھینکوں کا سہہ چھٹا ہے
پیوں شربت تو ہوا زد گیاں وہ لاتا ہے اور جو کم کھائیں تو پھر ضعف سے غش آتا ہے

پیٹ بھر کھائیں تو پھر چاہئے چورن کو ٹٹا

ضعف کے دام میں اب تو کچھ اس طو اسیر
بہن اب طاقت تحریر نہ تابِ تقریر
جلتے طبعِ افسردہ دل آزرده بدن سخت حقیر
جو جو کمزوریاں کرتی ہو وہ کیا کئے نظیر
ایسے بے بس ہیں کہ کچھ دم نہیں مارا جاتا

نظیر

۹۱۔ بوڑھے بواہوس کا مضحکہ

منہ دیکھتے ہی کہتے ہیں سب آؤ بڑے جی
کیا آئے ہو یاں کرنے کو پیری و مریدی
کیا آئے ہو حضرت ہیں قرآن پڑھانے
منہ منہ کوئی پوچھے ہے نمازوں کے دوگانے
ٹھٹھے سے کوئی پھنکیے ہی تسبیح کے دانے

کھینچے ہو کوئی ہاتھ کوئی پکڑے ہے لکڑی
پٹھے کہیں اور مو پھیں کہیں جاتی ہیں بکڑی
ڈاڑھی کو پکڑ کھینچ کوئی جھاٹے ہو لکڑی

نقلیں کوئی ان پوپے ہونٹوں کی بناوے
چل کر کوئی کبرے کی طرح قد کو جھکاوے
ڈاڑھی کے کئے انکلی کو لا لاکے بچاوے
یہ خواری تو اللہ کسی کو نہ دکھاوے

نظیر

۹۲۔ اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ہیں مرداب وہی کہ جنہوں کا ہی فنِ درت حرمت انہوں کے واسطے جن کا چلنِ درت
رہتا نہیں کسی کا سدا مال دھنِ درت دولت رہی کسی کی نہ باغ و چینِ درت

جتنے سخن ہیں سب میں ہی ہی سخنِ درت

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

دنیا میں اب انہوں کی تیں کٹی بادشاہ جن کے بدن درست ہیں دنات سالِ ماہ
جس پاس تندرستی و حرمت کی پہوہ ایسی پھر اور کونسی دولت ہی داد واد

جتنے سخن ہیں سب میں ہی ہی سخنِ درت

اللہ آبرو رکھے اور تندرست

جو گھر میں اپنے میری دشمنت پناہی ہے بن تندرستی سبب ہر خرابی تباہی ہے
یہ تندرستی یا رو بڑی بادشاہی ہے سچ پوچھئے تو عین یہ فضل الہی ہے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن در

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

گرد و لتوں سے اسکا بھرا ہے تمام گھر بیمار ہے تو خاک سے بدتر ہے سبب زر
ہو تندرست گرچہ یہ مفلس ہے سربس پھر بے کسی کا خوف نہ ہرگز کسی کا ڈر

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن در

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

عاجز ہو یا حقیر ہو پر تندرست ہو بے زر ہو یا امیر ہو پر تندرست ہو

قیدی ہو یا اسیر ہو پر تندرست ہو مفلس ہو یا فقیر ہو پر تندرست ہو

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن در

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

اس میں تمام ختم ہیں عالم کی خوبیاں ہو تندرستی اور بے حرمت سے آبِ نال

قسمت سے جبتہ دونوں میں ہر توبہا پھر ایسی اور کو نسی نعمت ہی میری جا

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست

جلد

اللہ آبرو سے رکھے اور تند درست

پرواہ نہیں اگر چلیکھا یا پڑھانہ ہو محتاج حق سوا پہ کسی اور کا نہ ہو

حسن و جمال علم و ہنر گو ملانہ ہو اک تندرستی چاہئے کچھ ہوئے یا نہ ہو

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تند درست

بیارگرچہ لاکھ طرح سے ہو بادشاہ تو اس کو جانئے کہ گدا سے بھی ہر تباہ

ہم تو اسی کو شاہ کہیں اور بھائی ناہ اب جس کا بق درست ہو حرمت ہو نباہ

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تند درست

ہوں گرچہ لاکھ دولتیں بیار کے کنے اور نعمتوں کے ڈمیر لگے ہوں بچنے

بہتر میں مفلسی کے میاں چاہئے چنے جو تند درست ہیں وہی دولما ہیں اور بے

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہی سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تند درست

جب تندرستیوں کی رہیں دل میں بتیاں پھر سوطح کے عیش ہوں اور میو پرستیاں
کھانے کو نعمتیں ہوں کہ ہوں فاقہ ستیاں سب عیش اور مئے ہیں جو ہوں تندرستیاں

جتنے سخن ہیں سب میں ہی ہی سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

آیا جودل میں سیرچمن کو چلے گئے بازار چوک سیہ تماشہ میں خوش ہوئے
بیٹھے اٹھے خوشی سے ہر اک جا چلے پھر جاگے مئے میں رات کو یا خوش ہوئے

جتنے سخن ہیں سب میں ہی ہی سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

قدرت سے یہ جوتن کی بنی ہی ہر ایک کل جب تک یہ کل بنی ہی جیجی تک پڑے ہو کل
گر ہو خدا خواستہ ایک کل بھی چل بہ چل پھرے خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا کل

جتنے سخن ہیں سب میں ہی ہی سخن درست

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ادنیٰ ہو یا غریب تو انگر ہو یا فقیر یا بادشاہ شہر کا یا ملک کا وزیر
ہی سب کو تندرستی و حرمت ہی دلپذیر جو تو نے اب کہا سو یہی سچ ہے اور نظیر

جتنے سخن میں سب میں ہی پہنچ دیت

اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

نظیر

۳۹ حقیقت و انجام

گر شاہ سر پہ رکھ کر افسر ہوا تو پھر کیا اور بحیرہ سلطنت کا گوہر ہوا تو پھر کیا

ماہی علم مراتب پُر رہا تو پھر کیا نوبت نشانِ نقار اور پُر ہوا تو پھر کیا

سب ملک کل جہاں کا سرور ہوا تو پھر کیا

یار رکھ کے فوج و لشکر کی سلطنت پائی پھیری دہائی اپنی لے ماہ تہ ماہی

جب آن کر فنا کی سر پر پڑی تب ہی پھر سر رہا نہ لشکر نے تاج بادشاہی

دارا و جسم سکندر اکبر ہوا تو پھر کیا

یا ذات میں کما ئے نامی اسیل ذاتی جھید فر کے پوتے نوشیرواں کے ناتی

تھے آپ مثلِ دولہا اور فوج تھی بڑی جب چل بسے تو کوئی پھر سنگ تھانہ ساتی

ملک و مٹاں خزانہ لشکر ہوا تو پھر کیا

یاراج منشی ہو کر دنیا میں راج پایا جتو رگ ڈھستا راکا لہجرا سب یا

جب توپ نے اجل کی آموڑ چہ لگایا سب اڑ گئے ہوا پر کوئی نہ کام آیا
جلد گڈھ کوٹ توپ گولہ سنگر ہوا تو پھر کیا

کتے دنوں یہ غل تھا تو اب ہیں خان ہیں یہ ابھن خنجر اسی یہ عالی خاندان ہیں
جاگیر و مال و منصب سب آج کے ہیں دیکھا تو اک گھڑی میں زنام و نشان
دودن کا شو چرپ گھر گھر ہوا تو پھر کیا

کتا تھا کوئی دیکھو یہ ہیں امیر خاں جی اور یہ ہیں خاناناں اور یہ شیر خاں جی
پنجا اٹھا قضا کا جب آئے شیر خاں جی پھر کس کے میر خاں جی کس کے وزیر خاں جی
عمدہ غنی تو انگریز ہوا تو پھر کیا

کتا تھا کوئی گھوڑا ہی نامدار خاں کا یہ پاکی یہ ہاتھی ہر ذوالفقار خاں کا
آیا قدم اجل کے جب تیس مار خاں کا خر بھی کہیں نہ دیکھا پھر شہسوار خاں کا
جپان میگ ڈنبر در پر ہوا تو پھر کیا

کتا تھا کوئی یہ دیوڑھی ہو خان مہرا کی یہ باغ یہ حویلی ہو محلدار خاں کی
جب آج نے قضا کی کرنی بسولی ٹانگی اک اینٹ بھی نہ پائی ہر گز کسی مکان کی
رنگیں محل سنہرا گھر در ہوا تو پھر کیا

کتوں نے بادشاہی کیا کیا خطاب پایا نہریں بڑی کھدائیں سکے بڑا بنایا

جب آن کر فنانے نام و نشان مٹایا وہ نام اور وہ سکے ڈھونڈھا کہیں پایا
دودن کا مہر چھپایا درپر ہوا تو پھر کیا

جاگیر میں کسی نے زریں ملک پایا کر بند و بست اپنا نظم و نسق بٹھایا
لیکھ کر سند اجل کا جب فوجدار آیا اک دن میں حکم حاصل سب ہو گیا پرایا
ہانسی حصار ٹھٹھا بھگڑ ہوا تو پھر کیا

کتا تھا کوئی لشکر ہیڑہ باز خاں کا یہ خیمہ شامیانہ ہی شہنواز خاں کا
آیا کٹک اجل کے جب یکے تان خاں کا سر بھی کہیں نہ پایا پھر سرفراز خاں کا
سردار میر بخشی بڑھ کر ہوا تو پھر کیا

باتھی پہ چڑھ کے نکلے یا خاصہ گھوڑی ویر یا ناکی سنبھالی یا پالکی کی حبس لر
یا لے صراحی حقہ دوڑے جلیب اند جب اجل پکاری صاحب رہا نہ نوکر
آقا ہوا تو پھر کیا نوکر ہوا تو پھر کیا

یا لے کے اک قلمداں اور رکھ قلم کو سر پر جوڑے حساب لاکھوں چہرے لکھی سرسری
جب عمر کی کچھری جھانکی قضا نے آکر پھر آپ نے قلمداں کا غدر ہا نہ دفتر
نشتی وکیل دیواں مر مر ہوا تو پھر کیا

یا لے قضا کی خدمت ہو بیٹھے آپ قاضی محضر قبالہ لکھے قضیئے چکائے شرعی

اعلام لے قضا کا جب آفا پکاری پھر محکمہ نہ جھگڑا قاضی رہا نہ مفتی
جلد کوڑہ کبیدہ ذرہ در پر ہوا تو پھر کیا

کتوال بن کے بیٹیا یا صدر ہو مقرر فاسق ڈے ہزاروں اور چور کا پتہ پھر
آیا قضا کا مرد معاجس دم چھڑی اٹھا کر کتوالی اور صدارت سب ہو گئی زیر
دو دن کا خوف و خطرہ درد ہو تو پھر کیا

بارے کے زبہاں میں کرنے لگے تجارت یا سیٹھ بن کے بیٹھے خاصی بنا عمارت
کھولیں قضا نے یہاں جب کے کواں اشار سب کوٹھی اور وکانیں کڈالیں دم میں غارت
مال و مکان جو اہم زور ہو تو پھر کیا

یا ہو سپاہی بانکا تر چھاڑا کسایا بلدار باندھ چھڑے کو جگایا
کھیتوں میں جا کے کودا لکھوں کے تھگایا جب منہ اجل کا دیکھا پھر کچھ بھی بن آیا
یکتا شجاع بہادر صفر ہو تو پھر کیا

یا ہو حکیم حاذق کرنے لگے طبابت مردوں کے تئیں جلا یا عیسیٰ کی کی گرامت
کھوسے مرض ہزاروں دھوئی ہراک کی جب سر پہ آئی اپنے پھر کچھ چلی نہ حکمت
نقان یا فدا طوں آکر ہو تو پھر کیا

یا ہو نجومی کامل تاروں کو چھپان ڈالا سورج گمن بجائے چند رگمن نکالا

برج دستار سے باندھے احکام کو سنہنچا جب وقت اپنا آیا اس وقت کو نہ ٹالا
جوتش نجوم پنڈت پڑھ کر ہوا تو پھر کیا

یا پڑھ کے دوکتا میں اور کر کے علم حاصل کیا بھوت جس اتارے مشہور ہو کر عامل
جب دیو کا اجل کے سایا ہوا مقابلہ کیا رہا نہ سیانا عالم رہا نہ فاضل
تعوذِ فال حاصل کیا دو منتر ہوا تو پھر کیا

ماتھے پہ کھینچ ٹیکا یا ہاتھ لے کے مالا پوتھی بغل میں دابی رتا رکوسنہنچا لا
پوجا کتھا بکھانی کیا کیا سب نہ نکالا کچھ بن سکا نہ آیا جب جان لینے والا
وید و پیمان پڑھ کر مقرر ہوا تو پھر کیا

یا زب و بندگی میں سوکھا ہو کوئی عابد بیٹھا مصلوں اوپر جو مسجدوں میں ساجد
حاضر ہوا قضا کا جب آن کر مجاہد پھر بوریا نہ بندھا عابد رہا نہ زاہد
روزہ نماز چلتا اکثر ہوا تو پھر کیا

حسن و جمال پا کر یا خوب روک سایا یا عشق میں کسی نے جی جان کو گھٹایا
آکر پڑا سرٹوں پر جس دم اجل کا سایا دونوں میں پھر کسی کو ڈھونڈھا کہیں پایا
عاشق ہوا تو پھر کیا دلبر ہوا تو پھر کیا

یا نیک بن کے بیٹھے اچھے لگے کہانے یا ہو کے بدھراک کے دل کو لگے ستانے

آکر بجے اجل کے جب سر پہ شادیا نے تھے نیک و بجاں تک سلب گئے شکانے
جلد
بہتر ہوا تو پھر کیا بدتر ہوا تو پھر کیا
کیا ہندو اور مسلمان کیا زند و گبر و کافر نقاش کیا مصوّر کیا خوشنویس شعر
جتنے نظیر ہیں یاں اک دم کے ہیں سیافر رہنا نہیں کسی کو چلنا ہی سب کو آخر
دو چار دن کی خا طریاں گھر ہوا تو پھر کیا
نظیری

۹۴۔ بہرام پلوان

خود سر کا سہے آٹھ پر مسکن غرور نارِ حسد سے سینہ دکھتا ہوا تنور
کجرو کے ذہن میں ہی کجی عقل میں فتور پہلو میں دل ہی خانہ بغض و عناد و دور
نخوت میں ہر کلام بھی بھیجا لعین کا ہی
سینے میں سنگ لاخ کیلجا لعین کا ہی
جو کچھ ہیں فن سپا گبری کے وہ سینیاں لاکھوں کو نیزہ بازی میں ہو اس سے اعتقا
تیرا گلنی میں ثانی ارجن ہو بد نہاد حاصل کمال تیغ زنی حد سے ہو زیاد

جلد

ہمراہ گرز بھی ہو سناں بھی تیر بھی ہو

رومی کمال بھی تیغ دودم بھی سپر بھی ہو

اس درجہ ہی جسم سیہ مست سخت جاں بیض جس کے سامنے اک مورِ ناتواں

سر پہ ہو خود سنگ وہ بھاری کہ الاماں فولاد کی زرہ میں تنِ نحس ہے عیاں

پنہاں جھلم میں چہرہ بدعت پسند ہو

پھنس جائے جس میں دیو وہ محکم کند ہو

انس

۹۵۔ پیٹ کا بندہ

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| ایک یاں صورت آشنا اپنا | ہو عجیب و غریب زیر سما |
| پیٹ اس کا بے عمر و کی ذنبیل | آدہ سیر آئے کا خدا ہو کفیل |
| در پر اس کے یہ بیٹھیوں لڑکے | گھر میں اب جس کے دیگچہ کھنکے |
| میت اس کی اٹھائے یا نہ اٹھا | گور سے پھر جو رستم اٹھ کر |
| جمع واں کر کے اپنے ہوش و حواس | خوردنی کی ہو جس زین پر پاس |
| دونوں ہاتھوں سے سر کو میڑ ہو | بیٹھ کھئی کی طرح پے دیے |

جلد

ہر کسی بنیے کی دوکان پر جا
 کام ہر وجہ اپنا کر لیوے
 نان بائی محلہ یوں فریاد
 چائے ہی چوری سے رفید کو
 جو اسے یہاں بلاوے ہی
 کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے
 مائے لقمے تو اس طرح ہڈات
 ایک تھا اس کا آشنا دل سو
 ظاہر اس کے گھر تھی کچھ شادی
 نہ تھی اس کو کسی سے بات چیت
 گاہ چوکنے تھا گاہ اونگے تھا
 جاوے بازار کو اگر وہ لیسم
 بھوک میں جب ادھر یہ آتا ہی
 اپنی باتوں میں اس کو لے ہی لگا
 کھلے بندر کی طرح بھر لیوے
 کرے ہی یار و دیکھو یہ بیداد
 مار ڈالوں گا اس نمدید کو
 آفت اپنے وہ گھر پہلا دی ہی
 جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
 جیسے جھاٹے کوئی ٹپا کے ہاتھ
 وارد اس کے یہ گھر ہوا اک و
 سر مجلس بلاست جسا دی
 بھوک سے اس کے لگ ہی تھی پیٹ
 گاہ مطبخ کی باس سو نگمے تھا
 خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم
 لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہی

چار کے کا ندھے جب یہ جاو گیا

تو شے کی روٹی کو بھی کھاو گیا

سودا

غلہ

۹۶۔ سیار خور

جواسے میہاں بلاوے ہی
بولتا آوے ہی قدم بقدم
نہ سلام علیک نہ کچھ نہات
بیٹھتے ہی نکالے ہی یہ ذکر
بھوک کچھ ان دنوں ہی کم میری
نان باکو کو یہ بلوا کر
جب تلک کھانے پک چکیں ہے
جتنے دنیا کے بیچ ہیں اشکال
جب تلک کھانا آوے ہی آئے
کھانا آئے تو اس طرح ٹوٹے
مے لقمے تو اس طرح بذات
وہ جو نوکر کھڑے ہوں جس کے

آفت اپنے وہ گھر پہ لا دی ہے
کہو کھانے کو جلد دیوین دم
صاحب خانہ سے کرے بذات
پیٹ کی میرے تم کو ہی کچھ فکر
روٹیاں سوچاں اس ادھ سیری
جلد ان کو تنور لگوا کر
ان ہی کو لاکے میری سر مے
اشتنا ان میں تھا منہا ہی حال
اسی بک بک میں جان کھا جائے
جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
جیسے جھاٹے کوئی پڑی کے ہات
منہ کو حیراں ہو تک ہیں اس کے

دیگچے جب یہ چاٹ کر چھوڑے

منہ کو کھانے سے موٹے تو موٹے

۹۷۔ حافظ اکول

بتلا

اک حافظ ہم سے آشنا ہی کھانے کا وِجی سے مبتلا ہی
 ہر لحظہ ہی اُس کو پیٹ کا فکر کچھ کھائے ہی یا ہی کھانے کا ڈر
 موقوف طعام پر مدارات کچھ اس کی نیس ہو گھاسن پات
 جو آگے تم اس کے دھرو کھا جائے بکری کی طرح سے مُنہ چلا جائے
 حتیٰ کہ جو وقت کھانے کے آئے کھانا نہ لے تو مار ہی کھاٹے
 از بسکہ یہ پیٹ کا ہی بند ا کھانے ہی کا نت اُسے پو دھندا
 ممکن نہیں جوں جا پ چس آئے گو بھول کے پیٹ دم نکل جائے
 فاقوں سے زبس ہو بے مضطر موت اپنی وہ مانگتا ہی اکثر
 پر شرعاً کرے ہی یہ خدا سے مرئیے بھی تو دردا متلا سے
 حسرت سے غرض کہ بھر کے وہ آہ پڑھتا ہی یہ شعر گاہ و بے گاہ
 خوش زسیت بسر وہ کر گئے ہیں ہیضہ سے جو لوگ مر گئے ہیں
 دیکھے ہی اگر کہیں بھری مشک کھاتا ہی یہ بکریوں پہ و ان شک
 کتا ہی خوشا نصیب ان کے مر کر بھی بھرے ہیں پیٹ جن کے

جلد

کاش اپنے گلے پہ بھی چھری ہو
پر کیوں ہی شکم کی توپری ہو
جاتا ہی جو نان پڑ کے یہ گھر
وہاں بیٹھے ہی جوں تنور گر گر کر
کھاتا ہی اگر چہ وہاں یہ بذات
آٹے کی طرح سے مکی اور لات
پر چھوٹے ہی روٹی کی یہ کھن
گو نکلے ہی مار سے پلپٹھن
ہو آتش معدہ دو فی برپائے
جوں آگ یہ جتنی لکڑی کھائے
بوتا ہی کبھو جو کچھ میسر
یوں ہوئے ہی اس کو کھائے مضطر
چاہی ہے کہ وہ ہی سب گل جائے
گودست و دہان کچھ ہی جل جائے
قد سے بھی غرض کہ کچھ د و بالا
جوں چوٹی اٹھائے ہی نوالا
دیکھ اس کا سلوک ہانڈی کرستا
نت زیر زخ ہے ڈوئی کا ہاتھ

جو علم کیا تھا ان لے تحصیل

سو بھوک میں ہو گیا تحلیل

قائم

۹۸۔ ہجو اکول

ایک پر خور آشنا بی پیر
سینہ سوراخ جس سے ہی کھیر
صدنی دیگ ہی شکم اس کا
نفسِ راژ دہا ہے دم اس کا

آنت شیطان کی ہے اس کی آنت
 گال کچے سے پھر توے سے سیا
 توند کالی جو کھول جاوے لیٹ
 راہ مبلغ میں پاوے ہی جو کبھی
 کھانا نکلے پر آوے ہے کیسے
 کیا وہ دو پیاز کھا کے ہوتا زہ
 خام طعمی سے اک کرے ہی آہ
 کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہی
 بھوک کا باولا جو آتا ہے
 بھوک سبب کہ غصہ میں آوے
 ٹھڈیوں کو نہ کہہ کہ کھا جاوے
 وہ قضا را مرا ہوا میماں
 گھر میں جو کچھ تھیا چ منگوایا
 کتنا کھانا بیاں کروں تجھ سے
 مجھے تھی روزگار سے ان بن
 دانت اس کا ہی ہاتھی کا ساند
 کا سہ سر ہی جیسے اوندھا کراہ
 آہنی ہی تنور اس کا پیٹ
 چاٹ جاتا ہی دیگیوں تک بھی
 چیل ٹوٹے ہی گوشت پر جیسے
 اک نوالا ہی ملا دو پیازہ
 دیکھ کر شب کو نانِ حالہ آہ
 لاٹھی پاٹھی بھی کھائے جاتا ہی
 لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہی
 بزرگوں ہی کی طرح جھنجھلاوے
 چنے لوہی کے بھی چباوے
 کھا گئی اس کی میزبانی جاں
 کھانا اس کے لٹی بھی کپوایا
 جس پہ سو میماں کروں تجھ سے
 خوب کھانا تو مجھ پہ ہی روشن

جلد

پارمن گاجروں کا قلیہ تھا وہ منی دیگ بیچ دلیا تھا
روٹیاں کس قدر بتاؤں میں جس کو دو چار سال کھاؤں
تھی ابھی روٹیوں کی جیٹ جیٹ میں رہا کتنا کھا گیا وہ سمیٹ
کھانا کوئی اور کیا کہے اس کا سائے منہ دیکھتے رہے اس کا
عقل باور اگرچہ کرتی نہیں وہ مرے بھوکھ اس کی مرنی نہر
جب مرے گا وہ بھوک کا روگی

روح تو شے کی روٹی میں ہوگی

میر

۹۹۔ ہجو طیب

کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر سو ہی تو وہ گور سے تھا ننگ تر
آں کے بیٹھا وہ ستم گار جب گرد موئے اس کے یہ بیمار ب
چھٹے ہی اک شخص کی دیکھی نبض کہنے لگا تجھ کو بشت ہے قبض
کچھ نہیں کرنے کا بجز اس کے سود لکھ دیا یہ کہہ کے سفوفِ یود
اور غذا اس کو یہ بتلائی دوت ماش کی روٹی سے تو کھاسا گوت

بلکہ

صاحبِ پیش کو بتایا کٹول واسطے ہیفہ کے لکھا اسپول
 لکھ دیا مجنون کو شیرِ شتر کمدیا مستقی کو جب قصد کر
 پوچھا جو اس نے کہ غذا کیسا کی ساتھ گلہقی کے کہا کھا دہی
 بیٹھ کے پھر پاس وہ ایک ڈولی کے نبض کہا دیکھوں میں لاہاتھ سے
 دیکھ چکا نبض کو جب بے تیز خادمہ سے اس کی کہا اے کینز
 دردِ کمر اس کو ہے یا دردِ سر پر مجھے نقرس کا ہی ڈر بشیر
 کر کے پھر آخر کو مقدرِ مرعہ کہنے لگا دو اسے ماءِ القرع
 اور جو کھانے کی لگی اس کو کو کچھ نہ اسے دیکھو جزاؤں جو
 کہنے لگی سن کے یہ کیا قہرِ واسطے اس کے یہ دوا زہری
 لقوہ و فالج اسے ہی پیرال کرتے ہو کیوں قتل کا اس کے خیال

لقوہ و فالج جسے ہو یا صرع

دیکھئے اس کے تئیں ماءِ القرع

سودا

۱۰۰۔ کنجوس مکھی چوس

جلد ۲

ہو خدا کا یہ ایک شمعہ نور جس سے روشن ہو آسماں کا تنو
کرتے اس کو لگے نہ ذرہ دیر مہرومہ کو بشکل نان و پیر
کیا اس نے بعرضہ اک آن نقل اختر سے پر سپہ سگر خواں
وہ کروڑوں نعم کو لذت ہے ذائقہ میں زبان انساں کے
کس زباں سے ہو اس کا شکر ادا نعمتیں کیا کیا ان نے کیں پیدا
میوے ہیں باغ میں نہانے کے واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اس کے کچھ نہیں ہو کی

لیک وہ کیا کرے جو ہم ہوں فی

سنیویا رو کروں ہوں میں کنقل جس کو باور کرے نہ ہر گز عقل
اتفاق اک آشنا میرے گئے تھے ایک عمدہ کے ڈیرے
جو ہیں وارد ہوئے یہ ان ناگاہ اٹھا چاروں طرف سے ابرسیاہ
ان کے ہوتے جو ابر گھر آیا صاحب خانہ سخت گھبرا یا
نہ خبر پوچھی ان کی نے احوال بیٹھتے ہی کیا یہ ان سے سوال

کچھ ہوا پر بھی ہر تھاری نگاہ
 گھونگری پٹو کچھ بھی ہر ہمراہ
 بولے یہ مینہ نہ تھا مجھے معلوم
 ورنہ لاتا میں ساتھ اے مخدوم
 جب نہ سمجھا وہ اتنے رفز کتیں
 سوچی یہ بات اس کے تیں میں
 جوں لگی ہونے قطرہ افشانی
 لا رکھی اس کے آگے بارانی
 پھر لگا کہنے یہ بھی اپنا نصیب
 آئے مدت کے بعد اپنا حبیب
 اور مینہ آسمان برسائے
 بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے
 یہ تو سادے غریب کیا جانے
 اس فرور کو کیونکہ پہچانے
 بولایہ سادگی سے کیا ہر ضرور
 بھیگتا جاؤں گا میں اتنی دور
 رکھے خالق سلامت آپ کی ذات
 نہ کھلے گا تو میں رہوں گارت
 یہ سخن جو ہیں پہنچا اس کے کان
 لگی اس کی وہیں نکلنے جان
 سنتے ہی اس کے وہ ہوا مضطر
 اپنے بیگانے کی رہی خبر
 جس کے منہ کی طرف کری تھا نگاہ
 یہی کہتا تھا اس سے بھر کر آہ
 کیوں میاں ابر اس قدر چھایا
 حرف سینے کا درمیاں آیا
 مضطرب برق سے نہویں حال
 بادلوں سے جو اس کا تھا احوال
 کبھی کہتا تھا یا روتیل حلاؤ
 کبھی کہتا تھا شیخ ڈونڈو بناؤ

جلد ۲

گاہ بولے تھا دیکھو اوپر آفے ہی آسماں کہیں سے نظر
 گاہ بولے تھا مہر ہو جو پدید کیسی ہو جائے اپنے گھر میں عید
 ناگماں بولا ایک یوں فی الفو کچھ نظر آئے ہی جو کیجے غور
 کہا اس نے یہ سچ ہی میری جا لے میں تیری زبان کے قرباں
 لیک پرنا لے جب لگے بہنے تب تو جھنجلا کے یوں لگا کہنے
 کیا برستا ہی یوں برس کم نخت کوہ سے ڈوب جائیں دُرِ دخت
 نہ رہی غرب نے رہا ب شرق چاہئے ہو تمام عالم غرق
 لے کے ماہی سے اور تار مہتاب کاش ہو جائے ایک قطرہ آب
 غرض اپنی سی وہ تو کر گزرا ہو گئی رات اور مینہ نہ کھلا
 آخر الامر کر کے دل کو کزخت لگا کہنے کہ سنگ آمد و سخت
 کر چکا اپنے جب اصول و فروغ کیا ہماں سے اختلاط شہ و ع
 پر نہ تھا یہ کچھ اوڈ کر سخن واں بغیر از حدیث زر غبت
 وقت آیا جب اس کے کھانے کا مرتکب ہو کے اس بہانے کا
 لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر بولا اس وقت ڈیوڑھی کا ناظر
 کہا اس سے کہ بھر کے آفتاب محل کے جاضرور میں رکھو ا

جلد

غرض اُٹھ کے چلا یہ جب اس سے
چاہو جو کچھ کہ اب تنہا دل کو
انہوں نے اس کے موجب ارشاد
آیا بعد از سماعتِ بسیار
بولاتیا رتو نہیں ہے کچھ
تو تولاؤں ہوں آپ کی خاطر
بولے یہ کچھ اگر نہیں تیار
اس سے تم جا کے جنس منگواد
لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے
جب کہ اس کا حساب ہوتا ہے
اور قصاب بھی جو آوے ہے
کیا کہوں تجھ سے میں غرضایار
بس کہ مطبخ میں سردی رہتی ہو
آن کے مطبخ سے دوداٹھے اگر
الغرض مطبخ اس گھر آنے کا
کہ گیا کان میں یہ یہاں سے
کہہ دو بلو ا کے تم بکا دل کو
کی بکا دل کے تئیں وہیں فریاد
انہوں نے پوچھا کچھ ہر تیار
جاؤں ڈھونڈھوں اگر کہیں کچھ
ورنہ کھاؤ مجھے میں ہوں حاضر
دیکھو ہووے گا مودی سرکا
واسطے میرے کچھ تو پکواؤ
آپ ہی بھر دو خاک کھجانی ہو
جان کو وہ بروں کی روتا ہو
پھری بعد ان مجھے بتائے ہے
دی کی خدمت کیا ہو مجھ کو خوار
ناک باد پچیوں کی ہتی ہو
سقے لے دوڑتے ہیں مشکین بھر
اشک ہی آب دار خانے کا

جلد

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور
ان کی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور

سودا

۱۰۱۔ کنجوس منحوس

| | |
|---------------------------------|--------------------------------|
| ایک فرزند یہ رکھے تھا اولاد | سائے گھر کا تھا اس کی چشم میرا |
| اس نے اک روز یہ حماقت کی | آشنا اپنے کی ضیافت کی |
| نہ ضیافت کہ جس میں ہو نگہیں | اک رکابی طعام و دیگر بس |
| تس پہ یوں پیش آیا یہ مردود | یاد آیا اسے چھٹی کا دود |
| چاہتا تھا کرے یہ اس کو عاق | اور ماں کو بھی اس کی دیوے طلاق |
| بائے لوگوں نے آکے سمجھایا | تب یہ جو رو کے حق میں فرمایا |
| پتھر اس کے عوض یہ کیوں بنی | کاش بھنس مرتا داں یہ ناشدنی |
| یا روجھ سے تولاد لہ بہتر | میرا بیٹا اور اس قدر بہتر |
| اس کا دادا بھی گرچہ تھا عیاش | اس سلیقہ سے پرکے تھا معاش |
| جو کوئی اس کے گھر میں نہ کر تھا | رات کو اس پہ یہ مقرر تھا |

جلد

پھر تادو نکڑے مانگتا گھر گھر لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
اچھے چن چن کے آپ کھاتے تھے بٹے تنخواہ میں لگاتے تھے
پیدا جو کر گئے تھیوں اجداد سویہ بد بخت دے ہیوں بر باد
جانتا تھا میں آپ ہی کو فضول پر یہ مجھ سے بھی نکالنا معقول
گڑے پیسے یہ سب اڑا دے گا انیش تک بیچ بیچ کھا دے گا
اس کی دادی کے باپ کا اک و آشنا تھا سو وہ پنٹ دل سوز
لایا کھڑی پکا شراکت سے دونوں کھانے لگے رفاقت سے
اس نے اک و لئے نوالے بٹے جدِ مرحوم و وہیں ہو کے کھٹے
لگے کہنے نہیں شراکت نیک میرے سولقمے اور تیرا ایک

تھی بزرگوں کی اپنے تو یہ چال

کرتی ہیں یاں ضیافتیں پامال

سود ۱۰

۱۰۲۔ جھوٹا امیر

آہ کیا ہو گئے وہ لیل و نہار کہ کہہ و مہ کو جھوٹ سے تھا عار
یا اب اک وقت یہ انوٹھا ہو جو ہی اس وقت میں سو جھوٹا ہو

جلد

سیا اس گروہ کا سردار جن کی ماخن فیہ ہر تکرار
 جھوٹ سے بس کہ ہر مزا پاتا جھوٹے باسن نہیں یہ دھلواتا
 ہی یہ وہ جھوٹ بولنے والا جھوٹوں کا سب جہاں کہ ہر سال
 اک مصاحبے اس کے دشمنہ پوچھا میں کاے محب دیرینہ
 کچھ میں سمجھا نہ اس سخن کو ہنوز جھوٹ کیوں بولتا ہر شب و روز
 مجھ سے ان نے کئی ہیں حراز سنیکڑوں ہی ہیں کیجئے جو شمار
 لیک ہی یہ زبان کا کپت ایک دیکھا نہ اس سے میں سچا
 بولا کتنا ہے بات تو کس کی بولنا جھوٹ ارث ہے اس کی
 باپ اس کا جو تھا بڑا نواب تھا وہ نسل سلیم کذاب
 کل ہی زیور جو اس کا ٹوٹا تھا خوب دیکھا تو سب وہ جھوٹا تھا
 روپے کے جو عصا کھے میں غلام خول کا ان پہ سب سے جھوٹا کام
 کفش زردوزی پھر ہے ہی اگر ہو وہ جھوٹا کلا بتوں کیسر

ایسے جھوٹے کی باتوں پر تو نہ جا

ہو جو خصت ہی ہیاں ہے تو ہر جا

قائم

۱۰۳۔ کوتوال بدخصال

جلد

شہر میں کیا رہے تھا امن و امان
تھا نہ رشوت سے کوتوال کو کام
اب جہاں دیکھو وہاں جھبکا ہی
دمڑی کے سوئے کو جو وہاں جاؤ
کس طرح شہر کا نہ ہو یہ حال
ان سے رشوت لیئے یہ بیٹھا ہے
کتنے نوکر ہیں اس کے خدمت گار
شہر کے بیچ کیا کہوں میں اب
بزم میں شب ہر ایک پیرو جو
شام سے صبح تک یہی ہے شور
رات جو اپنے گھر میں کھنکا رہے
ہوگی کب تک بچا خبر داری
خلق جب دیکھ کر کے یہ سیداد
کیسی کرتی تھی خلق خوش گزران
شہر میں تھا نہ چوٹے کا نام
چوہہ ہی ٹھگ ہے اور اچکا ہی
پگڑی کو سر کو پیٹتا آئے
شیدی فولاد اب جوہی کوتوال
اس کے دل میں یہ چور بیٹھا ہی
فن روزی میں سب ہیں بانی کار
روز محشر کی دھوم ہے ہر شب
بیٹھے ہیں کر کے رزم کا سامان
دوڑیو گھڑی لے چلا ہے چور
چور دروازہ پر بہ بنکا رہے
چور جاتے رہے کہ اندھیری
کرتی ہے کوتوال سے فریاد

ہوئے ہی وہ کہ میں بھی ہوں ناچار گرم ہے چوٹوں کا اب بازار
کرتے ہیں مجھ سے اب بجا کڑھول
میری پگٹری کا میرے سر پر مول

سودا

۱۰۴۔ چور گردی

شہر کے بچ کیا کہوں میں اب روز محشر کی دھوم ہی ہر شب
آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہی چوروں کے ڈر سے فتنہ جاگ رہی
کتے آہٹ سے ان کو بھونکتی ہیں مڑے خواب عدم سے چونکتی ہیں
آسمان پر بھی منعوم ہی خواب کھلا رہتا ہی دیدہ مہتاب
بزم میں شب ہر ایک پر جوں بیٹھے ہیں کر کے رزم کا ساں
شام سے صبح تک یہی ہے شور
دوڑیو گھڑی لچیلے چور

سودا

جلد

۱۰۵۔ حجامِ نافر جام

اب جو تجام اپنے ساتھ ہی ہاں
 سر تراشی کو جس کسی کی یہ آئے
 درد کے مارے ہوئے یہ احوال
 غرض اک دن تھی میری کمبختی
 ساتھیوں سے کہا میں اپنے تمام
 جو ہیں کوئی اسے بلا لایا
 جب گلو بندان نے باندھ دیا
 رو کے دم بولتا تھا ہجر ہوں
 اک گلے پر تھا ایک سر پہ ہاتھ
 ہوئی استاد شرط ہم تم میں
 گو مرے یا جئے کوئی کچھ ہو
 آڑے ہاتھوں جوان ذی سر کو لیا
 زخموں کی زیادتی جو تن پہ ہوئی
 سو یہ بھڑوا پلشت گندہ دہاں
 اُترا سر پہ اس طرح سے چلائے
 پکے پھوٹے سے جیسے نوچڑ بال
 جائے کیدھر نصیب کی سختی
 لائیں اصلاح کو مرے حجام
 لوگ بولے کہ ہاے وہ آیا
 پھر تو گویا گلے میں پھاند دیا
 جیسے دھڑی کے لڑک کی چونچل
 ہو کے مضطر کہ تھا اس کے ساتھ
 بس کر اس بار اگلے اب جیں
 کام سے اپنے کام تھا اس کو
 سر نوشتِ ازل کو میٹ دیا
 ہر جگہ پر حبکی ان نے روئی

علا

بس کہ تن پر ہوا روئی کا دھور ہوئی کا تھا یہ روسیہ لنگور
 قصد جانے کا جب لگا کرنے حق خدمت طلب لگا کرنے
 میں نفر سے کہا جو ہی مقاد دے وہی چار پیسے کم نہ زیاد
 بولا بس یہ بھی مسخری ہی ہوئی اس سے دو نے کی تو لگی ہی ہوئی
 خوب ایک شخص سے لیا نہ لیا مفت ہی ایک سر میں موڑ دیا
 میں جو دیکھا بگاڑ کا اسلوب جی میں سوچا کہ ہے مصالحہ خوب

جو توں اسی کیا میں اس کتیں
 کہ ٹلے سے یہ بلا تو کہیں

قائم

۱۰۶۔ بنگ نوش

تھے اک بنگی لیکن نو آموڑ تھے کچھ افراط انھوں نے کی ہر روز سے
 کہیں جس جگہ پر یہ بیٹھے تھے وہاں تحائف کا ہر صنف کے تھا بیاں
 جو کھجلیوں کا آیا بنارس کے ذکر لگے کہنے یہ کر کے دل بچ فکر
 کہ کھجلی یہ کس شکل سے کھائیے مگر کوئے بنیے اور اڑ جائیے

چلے یاں سے اڑتے یہ اس لہر میں گئے بارے کوئے ہو اس شہر میں
 جلتے آتر کرا نھوں نے زروئے ہوا لیا وہاں جو ہیں منہ میں کھجلا اٹھا
 کی حلوائی نے ان پہ جیسے کہ چوٹ یہ قیس دینے کر ہو گئے لوٹ پوٹ
 زبس زار و مجروح پایا انہیں اجانے مل کر اٹھایا انہیں
 یہ گودی میں تھے دوستوں کی ٹھکانا کرے تھا ہر اک ان سے تفتیش حال
 یہ ثابت ہوا بعد چندین رنگ کہ آج آپ نے پی تھی تھوڑی سی نیگ

جو رکھتا ہے کچھ بھی تو عقل و حواس

تو مت ہو گدھا کھا کے ہر ایک گھاس

قائم

۱۰۷۔ افیونیوں کا رخنہ

ہم لوگ ہیں افیونی جب رنگ جادینگے جرمن ترے نشے کوٹھی میں ملا دینگے
 برلن ہی میں دم لینگے اللہ جو چڑھ دوے افیون کے مشک کی جب ناگ اٹھا سینگے
 تو ہم سے بہادر یا ہم تجھ سے بہادر ہیں؟ پینک سے ذرا چوکی بھی تھجھکوتا دینگے
 مسک سے سمجھے گا لشکر تراے جرمن ہم ڈیڑھ خنچے حقے کی گڑ گڑ جو سنا دینگے

بچھوے کو بھرا ہم نے جس وقت مدد میں
 ہے گولیاں کھانے کی دنات ہیں دنا
 سرکار کے دشمن کو ہم کوس دکھالینگے
 رستم سے سوا طاقت ہو جائیگی ہم سب میں
 لے لے کے پھری گد کا جب پتیری بدینگے
 ہم لے کے بٹھی کو بن جائینگے گھن چکر
 لٹھ لے کے جہاں پہونچے سر توڑ دیا فوراً
 زپلن جواڑا تا ہوا جرمن ہیں کیا پروا
 اتنے تجھے ہم ڈھیلے مارینگے جرمن
 لیسنس سے مستثنیٰ چا تو تو بے قبضہ میں
 ریف کی تو صورت بھی ہم نے نہیں دیکھی تیر
 تو مار بھی ڈالے گا تو یاد رکھ لے جرمن
 لا اپنے کروڑ رو کو دیکھیں تو وہ کیسا ہی
 جرمن تجھے دعویٰ ہو تو چوک میں تو آجا
 بچیم سے کو تیرا جب تک ملے تجھ کو

تو کھانا ستا بھاگے گا وہ گیسٹ اڈینگے
 افیوں کی تو ڈیسا دیکھے تو دکھا دینگے
 اور اپنے تصور سے نام اس کا مٹا دینگے
 جب چائے میں بالائی تھوڑی سی ملا دینگے
 برلن کے اکھاٹے میں اک دھوم مچا دینگے
 بھناٹا وہ باندھینگے سرتیرا پھر اڈینگے
 جرمن تری توپوں میں ہم بانسج چلا دینگے
 کنکوے میں چٹا کر میدان میں گرا دینگے
 خاک کی تری وردی کو مٹی میں ملا دینگے
 اوچھے ہی سہی لیکن دو ہاتھ جما دینگے
 گلاب کے پڑاقوں سے ہم تجھ کو بٹھا دینگے
 بھٹنا تجھے بن بن کے راتوں کو ڈرا دینگے
 ہم گومتی میں ڈنگیا پر چڑھ کے بھاگا دینگے
 گت تیری بنا دینگے پھر تجھ کو نچا دینگے
 ہم از رہ ہم دردی کچھ اور بڑھا دینگے

وعدوں کو ہمارے توسیع جان کے چمکار
ہم روس سے ناخوش تھے اب اس سبب خنجر
شنا باش ہوا اٹلی لینا تو میرے شیر آ
ترکوں سے کوئی کدے کیوں لڑتی ہوا آغا
جن لوگوں کے کہنے سے تم جان گنولتے ہو
بھیا یہی سب مل کے اک روز دعا دینگے

واحد ظریف ایسا لکھا یہ بجز تم نے
ہم سب کا ارادہ ہی چندہ سے صلا دینگے

ظریف

۱۰۸۔ قدیم طرزِ جنگ

خوف غالب تھا مگر شرم سے خونخوار بڑھا
فوج بھگتی کا دکھاتا ہوا مکار بڑھا
ڈر کبھی تھا کبھی جرات تھی دل بدخو میں
سامنے تھا کبھی نامرد کبھی پہلو میں
تن کے بڑھتا تھا کبھی جھک کے دکھاتا کبھی
بٹ کے پیچھے بغضب شیر کو نکلتا کبھی

نیچہ دیکھ کے بڑھنے میں جھجکتا تھا کبھی سر کو شعلے کی طرح دھن کے پلکتا تھا کبھی
 جلاں سے نعرہ تھا کہ افسوں نے یہ بیکار دکھا
 پھرتیاں دیکھ چکے وار بھی دو چار دکھا

وحید

۱۰۹۔ ارزق ہلوان اور حضرت قاسم کا مقابلہ

صدایہ دلبر شہر نے دی کاوبے دیں زمیں سے چاروں کے مڑے اٹھائیگا کہ نہیں
 ابنا دلیر سے لڑنے کو اوشقی و لعیں جہاں پسر ہیں ترے بے بیدیں تجھے بھی ہیں
 یہ دیر نشہ دہانوں پہ شاق ہو اب تو
 دغا کا تجھ سے ہیں اشتیاق ہو اب تو

چلے حسام زباں کے جو دم پر دو چار خفیف اور ہوا دل میں ارزق غم دار
 چڑھا فرس پہ جفا جو سجے ہوئے ہتھیار چلا دیں سے وہ سرکش علم کئے ملو ار

شال گرگ سین ویا رکتا تھا

نظر سے تھر تو آنکھوں سے خون پلکتا تھا

سیاہ قلب فساد و عنسا د پر سر گرم حیا نہ آنکھ میں زرہ نہ مطلقاً آ ز ر م

شقی شریف جفا کش سنگدل بے شرم وہ استخوان کہ ہر فولاد جس کے سامنہ نرم
 کسی کو روم میں اور شام میں نہ مانتا تھا
 وہ اپنے زعم میں رستم کو زال جانتا تھا
 وہ نخس و بد کہ ڈرے جس کا سایہ دیکھ کر یوم وہ تیرہ رنگ کہ جس سے سوادِ شام ہوم
 گریز دیو بھی جس سے کہے وہ جبہ شوم سیہ کلائی تھی یا پیل مست کی خرطوم
 گڑھے زمین پہ ہوں جس جایہ بڑا دجاؤ
 وہ قد کا بار کہ جس سے پہاڑ دب جاؤ
 وہ عضو عضو کی سختی وہ فیر ہی تن کی نہ جس کے سامنے کچھ اصل تھی تہمتن کی
 وہ چار آئینہ کڑیاں کڑی وہ جوشن کی وہ دوش نخس و نخس پر سپر کئی من کی
 وہ تیغ جس کا نہ لنگر ہزار سے اٹھے
 وہ نیزہ جو کہ نہ اسفتدیا ر سے اٹھے
 تنی ہوئی تھیں رگیں اس طرح سے گردن کی عیاں تھا یہ کہ سلاخیں کھڑی ہیں آہن کی
 درہ تھا کوہ کا چوڑاں صد دشمن کی فرس نے جنت جو کی ہل گئی زمین کی
 عقب میں اُس کے جوئل جمع تھو گرجو لگے
 اُدھر سپاہ میں طنبور و طبل بچنے لگے

مقابلہ کو بڑے طنطنے سے آپہنچا اکڑ کے سامنے غازی کے بے حیا پہنچا
 اٹھائی تیغِ دودم دشمنِ خدا پہنچا ملا کے آنکھ قریں یہ اسد بھی جا پہنچا
 فلک پہ اٹھ کے سُم اسپ سے غبار چلا

جدل سے پہلے حسامِ نظر کا وار چلا
 رجز کے بعد شقی مثلِ نیل چنگھاڑا اٹھا کے سر بھی ترجیا ہوا کبھی آڑا
 زمیں سے نیزہ اکھاڑا کبھی گہمی گاڑا غبارِ راہ کو پونچھا کبھی کبھی جھاڑا
 کبھی بڑھا تو کبھی پاؤں تھر تھرانے لگا

فرس پہ جھوم کے نوتا ہسکرانے لگا
 ڈریں یہ جس میں تو بادل کی طرح پھر گرجا کہا کہ زور کا میرے ہے غلغلہ ہر جا
 پاٹھ کو جو ہٹاؤں ہے نہ وہ برجہ مرا ہی ناموروں میں پڑھا ہوا درجا
 مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہارا ہے

اسد کی اصل ہی کیا اژدروں کو مار ہے
 پکارا دلبرِ شبر کو تو عبث گرجا ہماری تیغ کی بجلی کا شور ہے ہرجا
 رہیں گے ہوش نہ ڈر سے مے ترے برجہ یہ تیغ تیز کرے گی ترا بُرا درجا

جلد

کھلے ہوئے تری خاطر عدم کے رستے ہیں

زیادہ جو ہیں گرجتے وہ کم برستے ہیں

کماشتی نے ڈریں جن جو میری تیغ چلے پکڑ لوں شیر کی گردن اگر تو سانس لے
جسے میں غیٹا سے دیکھوں نہ موت سرکٹے جری وہ میں ہوں کہ کاڑی ہیں سیکڑوں کے

دغا پہ مجھ سے کوئی پیل زور تل نہ سکا

کسی سے اک مرے نیزے کا بند کھل نہ سکا

پکارا بڑھ کے جگر بند سید والا زباں کو بند کر اب ہاتھ میں اٹھا بھالا

وہ میں ہوں ضیفم نرسبے زور میں بالا علی رضے کے شیروں نے آغوش میں جیسے پالا

لمو با کے تجھے اب جہاں سے کھوتا ہوں

حسین کا ہوں بھتیجا علی کا پوتا ہوں

کسی سے شیر خدا کے پسر نہیں ڈرتے شریر لاکھ کریں شور و شر نہیں ڈرتے

تقیوں سے تری پر جگر نہیں ڈرتے سگوں کے بھونکنے سے شیر نہ نہیں ڈرتے

ہماری ضرب سے حیران فوج والے ہوئے

سگے یہ کس کے پٹے ہیں زباں نکالتے ہوئے

بتا کہ زیر کیا ہم نے فوج کو کیسا نہ دیکھا ایک کو مضبوط تھا سنا جیسا

وہ چاروں جیسے تھے نامرد تو بھی ہو ویسا رہیگا شور ہم اس پیاس میں لڑے ایسا
اسد کو زور میں کم وقت جنگ جانتی ہیں
ہم ایسے بودوں سے لڑنے کو ننگ جانتی ہیں

دغا کے جوش میں لود و طرف کھنچی تلوار سنہل کے لیں سپریں ہاتھ اٹھے بڑھ رہا
ادھر سے سب سمٹ آئے یادہ واسوار چار سمت ہواک غفل بگیرو بار
مگر بے ڈر بھی کہ ایسا نہ ہو کہ پاپا ہو
لڑی ہوئی ہیں لگا ہیں کہ دیکھئے کیا ہو

کبھی ہی خود پہ یہ تیغ اور سپر پہ کبھی ملی ہوئی ہو گلے سے کبھی کمر پہ کبھی
کبھی کلائی پہ ہی دوش فتنہ گر پہ کبھی کبھی بغل کی طرف صدر اہل شر پہ کبھی
مجال و تاب نہیں آنکھ چا رکرنے کی

شقی کو بار نہیں ملتی وار کرنے کی

چمک سے تیغ دودم کے کبھی جھکتا ہی کبھی زباں کبھی دست قوی ہکتا ہی
کبھی ادھر تو کبھی اس طرف ہکتا ہی جھکا کے سر کبھی پچھلے قدم سرکتا ہی

امید فتح نہیں زندگی کی آس نہیں

ٹھکانے ہوش نہیں ہیں بجا حواس نہیں

بڑھا سنبھل کے ادھر پھر شقی و ظلم پسند قریب آگیا شبدیز تیز بہر ز غند
وہ آیا بائیں طرف دستِ ظلم کر کے بلند یہ آئے دہنی طرف شیر سے اڑ کے سمند

انہیں جو دھیان تھا اس حد پہ آگیا ظالم

قدم فرس کے رُکے زد پہ آگیا ظالم

لگائی تیغ دو دم کہہ کے یا علی ولی اڑا العین کا سر نخس پھر نہ موت ملی
گلے سے کھنچ کے دوبارہ جو پھر کمر پہ چلی دو پارہ ہو کے گرد شمشیر خدا و علی

غور شیر نے بدست کا نکال دیا

زمین پہ فیل کو چو رنگ کر کے ڈال دیا

فہمیس

۱۱۰۔ میدان جنگ

ہمارا جہ پر تھی راج اور سلطان شہاب الدین غوری کی پہلی معرکہ آرائی

نہر سستی پر

لگی چلنے با ہم چھری اور کٹار ہوئے سرتوں پر ہزاروں تار
پڑانن سے خنجر ٹپری سن سے تیغ ہزاروں ہی کشتہ ہوئے بد تیغ

جلد ۴

جواں زخم پر زخم کھانے لگے
کسی نے رنگے خون میں اپنی ہاتھ
زمیں پر تھا کشتوں کا پشتہ بندھا
بدلنے لگا جب لڑائی کا طور
یکایک بڑھی ہاتھیوں کی صف
وہ تھے قوم کے سب کے سب بچوٹ
گرے فوج شہ پرہ سب ایک بار
کمانوں نے گوشے لکڑی اپنے موڑ
جواں فغاں تھے فوراً وہ پیچھے بیٹھے
لڑائی کا جب یہ ہوا بند و بست
شکستہ ہوا میمنہ میسرہ
لڑائی سے تیروں کی عاری ہو گئی
نہ مطلق ہوا شاہ غازی بلول
نظر کھا نڈے راؤ کی اس پڑپی
سپہدار نے بھی حیرات تمام
شجاعت کے جوہر دکھانے لگے
عدم کو گیا کوئی آقا کے ساتھ
ہراک سمت تھا خوں کا دریا بہا
کیا اپنے لشکر پہ راجہ نے غور
جواں نکلے پیچھے سے نیزہ بکف
وہ بانگے دلاور بہادر سپوت
سوئے قلب تیروں سے اُن کے فگار
دیا تیروں نے اپنے ترکش کو چھوڑ
ادھر خلیجیوں نے بھی گھونگٹ لئے
ہوئی فتح سے شاہ کی پھر شکست
ہوا قلب کی فوج کا فیصلہ
نمکخوار سارے فراری ہوئے
گھرا ایسا تھا جیسے کانٹوں میں بھول
سپہدار کی آنکھ اس سے لڑی
کیا رستی کا دیاں پر یہ کام

دیا ہاتھی کے منہ میں نیزہ لگا حریفوں کو دی اپنی جرأت دکھا
کیا کھانڈے راؤ نے پھر اسچو وا تو شانہ نشانہ بنا ایک بار
نہایت ہی سخت اس کو پہونچا گزڑ جھکا اپنے گھوڑے پہ وہ ارجمند
مرد غیب سے اُس کی فوراً ہوئی یکایک غلام آن پہونچا کوئی
لیا اپنے مالک کو فوراً سنبھال کسی پر نہ ہرگز گھلا اس کا حال

جلد

سپہدار کا پھر نہ پایا نشان
نہ آیا نظر کو کی غزینہ جواں

مرحت

۱۱۱۔ معرکہ جنگ

دشجاع الدولہ اور رحمت خاں کی لڑائی

لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہیں آئے تھے سخن کا ہمارے گرا اعتبار
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہراولی ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سنتے ہیں اب ہر ایک اس فوج کے ہی سر کردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ ہزار
محبوب اولیٰ سنت و لطافت تھے ایک طرف کیسوتھا میر سید علی مستعد کار

لیکن انھوں کو آدمی کہیے کہ دیود
 ایدھر سے بان درمہلہ و توپ متصل
 بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے تو دیاغنی
 لیکن میں تجھ سے کیا کہوں یا اس گھڑی
 تھیں کرتیاں تلنگوں کی مانند لالہ زار
 تو ہیں جو داغ تھے فنتیوں سے آن آن
 کجناں مثل رعد کے گھر کے تھی دمدم
 فرصت کسو نے اتنی نہ پائی کہ وہ کسے
 ہر ایک جا ہی نظر آیا ہر ایک کو
 نے لڑنے کے حواس تھے فیجاگنی کا ہوش
 باور ہی کیجواس کو تو لے یا اس گھڑی
 ان کا قدم دغا میں یہ پایا ہم استوار
 پڑتی تھی پروہ پڑھتے ہی آتے تھے سرگزار
 اس پڑی پر جہاں سے جزائر کی ہوئے مار
 دکھلائی تھی اجل نے عجیب طرح کی بہار
 تھا دود توپ ابرسیاہ تلگرگ بار
 رنجک مثال برق چمکتی تھی بار بار
 آواز شتر نال تھی طاؤس کی جھنکار
 بندوق و تبر و تیغ سے جا ان میں کا زار
 گھوڑا ایدھر جو بڑپے ہی اودھر پڑا سوار
 نے سوچ مرنے کا تھا نہ جینی کا کچھ بچار
 آیا جو کچھ عمل میں نہ تھا اس میں اقتدار

جیدھر کو جس کا منہ اٹھا اودھر کو وہ چلا

سوچے بغیر یہ کہ فلاں جا کروں قرار

سودا



مناظر قدرت

جلد چہارم

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا: ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں اگر کوئی صاحب ان سے مطلع فرمائے تو باعثِ شکر گزاری ہوگا۔

(۱) اسمعیل: مولوی محمد اسمعیل صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۸۵ء وفات ۱۹۱۷ء وطن مدفن میرٹھ

(۵) ماں کی مامتا ۶

(۶) ماں کا پیار ۸

صفحہ

۷۰ " " " " " عید الفطر میں گڑ بڑ

۷۲ " " " " " برسات کی شب برات

۷۵ " " " " " محرم کا کھاڑہ

(۲) النش : میر مہر علی صاحب مرحوم
وطن فیض آباد

۱۵۶ " " " " " بہرام بھلوان

(۳) اکبر : سید اکبر حسین صاحب مرحوم
ولادت ۱۲۷۶ء وفات ۱۹۲۱ء وطن مدفن الہ آباد

۱۲۰ " " " " " دلی دربار

۱۲۴ " " " " " دلی دربار

(۴) اکرام :

۱۵ " " " " " کم فرصت بچہ

(۵) بیتاب :

۱۱ " " " " " مسرت طفلی

(۶) بے نظیر: سید محمد بے نظیر شاہ صاحب ارثی

ولادت ۱۸۶۳ء وطن کٹراناٹک پور ضلع الہ آباد

صفحہ

۲۷

(۱۶) دوشیزہ

۵۲

(۳۳) بہار آتش بازی

۵۶

(۳۶) آرایش ایوان

۶۷

(۴۵) عید کی دھوم

۱۳۴

(۸۴) بے نظیر شاہ

(۷) حالی: خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت ۱۸۳۷ء وفات ۱۹۱۷ء وطن مدفن پانی پت

۸

(۷) پیاری بچی

(۸) ذوق: شیخ محمد ابراہیم صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۷۴ھ وفات ۱۳۱۴ھ وطن مدفن دہلی

۴۲

(۲۷) سہرا

(۹) راحت:

۱۸۴

(۱۱۰) میدان جنگ

(۱۰) سرور جہان آبادی :- منشی درگاہاے صاحب انجمنی

ولادت ۱۸۷۳ء وفات ۱۹۱۱ء وطن ضلع پٹی بھیت صفحہ

(۹) بچہ اور ہلال ۱۳

(۱۴) یاد طفلی ۲۳

(۳۹) عروس خواب ۵۹

(۱۱) سودا : مرزا محمد رفیع صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۵۵ھ وفات ۱۲۹۵ھ وطن دلی مدفن لکھنؤ

(۱۸) خوشی کی پری ۳۰

(۴۱) غریب بی بی ۶۱

(۴۲) کشتی ۱۱۶

(۹۵) پیٹ کا بندہ ۱۵۷

(۹۶) بسیار خور ۱۵۹

(۹۹) ہجو طبیب ۱۶۳

(۱۰۰) کنجوس مکھی چوس ۱۶۵

(۱۰۱) کنجوس منجوس ۱۶۹

۱۰۳) کوتوال بخصال ۱۷۲

۱۰۴) چور گردی ۱۷۳

۱۱۱) معرکہ جنگ ۱۸۶

۱۲) سید شاہ محمد اکبر صاحب

۸۸) انسان ۱۳۹

۱۳) شاعر: آغا شاعر قزلباش صاحب

۳۴) ایک صبح کی عبادت گزار ۳۸

۱۴) شوق قدوائی: مولوی احمد علی صاحب

ولادت ۱۲۵۳ء وطن ضلع بارہ بنکی

۱۱) ایک حسین لڑکی ۱۷

۱۳) ایک حسین لڑکی اور اس کی منہسی ۲۱

۱۵) صفدر مرزا پوری: صفدر علی صاحب

۲۳) ادھر آتو پھول والے ۳۷

۱۶) ظریف لکھنوی:

۱۰۷) افیونیوں کا رجز ۱۷۶

(۱۷) ظفر: محمد سراج الدین بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۷۷۷ء وفات ۱۸۶۲ء شاہ دہلی مدفن رنگون

صفحہ

۱

.....

(۱۸) غالب: مرزا اسد اللہ خاں صاحب مرحوم

ولادت ۱۷۹۶ء وفات ۱۸۶۹ء وطن مدفن دلی

۳۱

.....

(۱۹) قائم: قیام الدین صاحب مرحوم

وفات ۱۷۹۲ء وطن چاندپور ضلع بجنور

۱۱۸

.....

۱۶۰

.....

۱۷۰

.....

۱۷۴

.....

۱۷۵

.....

(۲۰) محروم: منشی تلوک چند صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء وطن عیسی خیل (پنجاب)

۲

.....

(۲۱) مزا شوق : حکیم تصدق حسین خاں صاحب مرحوم
وفات ۱۲۸۷ھ و وطن لکھنؤ

صفحہ

۲۶ (۱۵) دوشیزہ

۶۴ (۲۲) خادمہ

۶۴ (۲۳) ماما

۱۱۱ (۲۲) مجمع اجاب

(۲۲) عمنون : میر نظام الدین صاحب مرحوم
و وطن دلی وفات ۱۲۴۲ھ

۴۸ (۳۰) شادی کی دھوم

(۲۳) منیر :

۱۲۵ (۸۱) مراجعت وطن

(۲۴) میر : میر محمد تقی صاحب مرحوم
ولادت ۱۲۵۵ھ وفات ۱۲۲۵ھ و وطن اکبر آباد مدفن لکھنؤ

۴۹ (۳۱) شادی کی دھوم

۵۱ (۳۲) جلوس

صفحہ

| | | |
|-----|---------|--------------------|
| ۵۳ | | (۳۴) چراغاں .. |
| ۵۴ | | (۳۵) بہار روشنی .. |
| ۱۰۱ | | (۶۴) ہولی .. |
| ۱۰۳ | | (۶۶) سوانگ .. |
| ۱۲۶ | | (۸۲) سفرنامہ .. |
| ۱۳۵ | | (۸۵) چھیلا .. |
| ۱۶۱ | | (۹۸) ہجو اکول .. |

(۲۵) میحسین : میر غلام حسین صاحب مرحوم
وطن فیض آباد وفات ۱۲۹۹ء مدفن لکھنؤ

| | | |
|----|---------|----------------------|
| ۳۶ | | (۲۱) شوخی رفتار .. |
| ۴۰ | | (۲۵) نوشہ کا حمام .. |
| ۴۴ | | (۲۸) شادی کی دھوم .. |
| ۴۵ | | (۲۹) جلوس .. |
| ۵۷ | | (۳۷) خواب گاہ .. |
| ۵۷ | | (۳۸) عروس .. |

(۲۶) نجم گیلانی: سید نجم الہدیٰ صاحب
وطن گیلان (بہار)

(۸۳) تصویر غازی نور پاشا ۱۳۳

(۲۷) نظیر: شیخ ولی محمد صاحب مرحوم
وطن دلی مدفن اکبر آباد وفات ۱۸۳۰ء

(۳) طفل شیر خورے ۳

(۴) معصوم بچوں بھالے ۴

(۱۲) پاربتی ۲۰

(۱۷) مہ لقا ۲۹

(۱۹) موتی ۳۲

(۲۰) شوخ چنیل ۳۶

(۲۲) جھپک ۳۷

(۲۰) مناس کے گھر شادی ۴۰

(۲۴) عید گاہ اکبر آباد ۴۵

(۲۶) عید الفطر ۴۸

| | | | |
|------|----|-----------------------|-----|
| صفحہ | ۴۸ | شب برات کا علوا | ۴۲ |
| | ۴۹ | شب برات کی آفتنازی | ۴۲ |
| | ۵۲ | حضرت سلیم خشتی کا عرس | ۴۶ |
| | ۵۳ | کرشن جی کی بانسری | ۴۹ |
| | ۵۴ | جہنم کنیا جی | ۸۲ |
| | ۵۵ | آئندہ بدھاوا | ۸۳ |
| | ۵۶ | بچے کی چال | ۸۶ |
| | ۵۷ | شیو شنکر کی برات | ۸۶ |
| | ۵۸ | شادی کی محفل | ۸۹ |
| | ۵۹ | دلہن کا جہیز | ۹۰ |
| | ۶۰ | دلہن کی رخصت | ۹۱ |
| | ۶۱ | میلے کی سیر | ۹۲ |
| | ۶۲ | ہولی | ۹۶ |
| | ۶۳ | ہولی کی ہمار | ۹۹ |
| | ۶۵ | موسیقی | ۱۰۲ |

| | | | | | | | |
|-------|-----|----|----|----|----|----|-----------------------------------|
| صفحہ | ۱۰۴ | .. | .. | .. | .. | .. | جوگی کا بھیس (۶۷) |
| جلد ۴ | ۱۰۵ | .. | .. | .. | .. | .. | (۶۸) دوالی |
| | ۱۰۵ | .. | .. | .. | .. | .. | (۶۹) دوالی کے جاری |
| | ۱۰۷ | .. | .. | .. | .. | .. | (۷۰) سلونوں کی راہی |
| | ۱۱۰ | .. | .. | .. | .. | .. | (۷۱) صرافہ |
| | ۱۱۳ | .. | .. | .. | .. | .. | (۷۲) آگرہ کی تیراکی |
| | ۱۱۷ | .. | .. | .. | .. | .. | (۷۵) مار پھینک |
| | ۱۱۷ | .. | .. | .. | .. | .. | (۷۶) پتنگ بازی |
| | ۱۲۰ | .. | .. | .. | .. | .. | (۷۸) چوسر کا کھیل |
| | ۱۳۶ | .. | .. | .. | .. | .. | (۸۶) تماشہ گر |
| | ۱۳۶ | .. | .. | .. | .. | .. | (۸۷) آدمی آدمی |
| | ۱۴۱ | .. | .. | .. | .. | .. | (۸۹) مفلسی کے احوال |
| | ۱۴۵ | .. | .. | .. | .. | .. | (۹۰) صغف پیری |
| | ۱۴۶ | .. | .. | .. | .. | .. | (۹۱) بوڑھے بوالہوس کا مضحکہ |
| | ۱۴۷ | .. | .. | .. | .. | .. | (۹۲) اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست |

- (۹۳) حقیقت و انجام ۱۵۱
- (۲۸) نفیس ؟
- (۱۰۹) ارزق پہلوان اور حضرت قاسم کا مقابلہ ۱۷۹
- (۲۹) وحید لکھنوی
- (۱۰۸) قدیم طرز جنگ ۱۷۸



سلسلہ دعوتِ صدقہ

اسرارِ حق

مؤلف

محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صدیقین، اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور ان کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لب لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہار میں اشمس ہو جاتی ہے۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار انسانی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن توحید اور اس کے مقامات، احلیث کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب کشف و کرامات کی باہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزَاُ الْمُحْسِنِينَ ۚ

جن علوم کو اللہ جل شانہ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین ہر تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابل دید و حجم تقریباً ۱۰۰ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف تین روپیہ (سے) علاوہ محصول۔

اصلاح و ترقی کے واسطے از حد ضروری ہو۔ کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں یہ بھی اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں ضخامت تخمیناً ۹۰ صفحہ خوشنما جلد۔ منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہے۔

(۳) مالیات - پبلک فنانس (Public finance) پر اردو

زبان میں یہی سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہے مذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا میں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قائم ہے۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرزہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور ان کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہے یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور مدنیوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہے۔ ضخامت تخمیناً ۹۰ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) مقدمات المعاشیات - مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب

انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (Introduction to Economics) کا تیس

اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اصول و مسائل بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) معاشیات ہند۔ مٹرس ریچہ ناتھ نہر جی کی انگریزی کتاب انڈین کنٹاکس (Indian Economics) کاسلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) برطانوی حکومت ہند۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش انڈیشن ان انڈیا (British Administration in India) کاسلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

ملی کانپنڈ۔ محمد مقتدی خاں شرانی علی گڑھ

Professor Elyas Burny's Other Urdu Works

- 1. Ilmul-Maeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.
- 2. Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)
- 3. Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)
- 4. Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation Moreland's Introduction to Economics.
- 5. Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.
- 6. Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.
- 7. Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,

OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Volume II ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spring.

Volume II ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, Such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT (Problems of Community)

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II

JAZBAT-E-FITRAT (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ... Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

SELECTED URDU POEMS SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been published in

Manazir-e-Qudrat

VOL IV

Selected Urdu Poems Series

Manazir-e-Qudrat

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY

M. A., LL. B. (ALIG.)

Osmania University

Hyderabad (Deccan)

VOL. IV

3rd Edition { ALL RIGHTS RESERVED } Price Re 1

